Www.UrduFanz.Com
اشتیاق احمد
انسپکٹر جمشید سیریز
دوہری چال
91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے
دُوھری چال
اشتیاق احمد
اٹلانٹس پبلیکیشنز

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	دوہری چال
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز نمبر 91
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	[illegible]

اطلاع عام

بچوں کے مشہور و معروف مصنف اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز، انسپکٹر کامران مرزا سیریز، شوکی سیریز اور عمران سیریز و دیگر تمام پرانے اور نئے آنے والے ناول صرف اور صرف اٹلانٹس پبلیکیشنز کراچی سے شائع ہوں گے۔ اگر اشتیاق احمد صاحب کے ناولوں کے کرداروں پر مبنی ناول کسی اور شخص یا ادارے نے کسی بھی صورت میں شائع کیے تو وہ ہر قسم کے قانونی مواخذے کا ذمہ دار ہوگا۔ اشتیاق احمد کے ناولوں کی ہر طرح کی پبلشنگ کے حقوق صرف اور صرف اٹلانٹس پبلیکیشنز کے پاس ہیں۔

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز
D-83 سائٹ کراچی
فون: 2581720 - 2578273
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

ایک حدیث

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"قیامت کے دن مومن کے نامۂ اعمال میں سب سے وزنی چیز خوش اخلاقی ہوگی اور اللہ تعالیٰ بے ہودہ بکنے والے اور بے حیا سے نفرت کرتا ہے۔"

☆☆☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔

☆ آپ کو کوئی اسکول کا کام تو نہیں کرنا۔

☆ آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا۔

☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو جائیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

السلام علیکم!

ٹائٹلوں کی طرف اب خاص توجہ دی جا رہی ہے...... اُمید ہے کہ اس بار کے تمام ٹائٹل آپ کو بہت پسند آئیں گے...... بہت پسند نہ آئے تو صرف پسند آ جائیں گے...... یہ بھی نہ ہو تو آپ انہیں گوارا تو تسلیم کر ہی لیں گے...... بس اس سے آگے نہ بڑھے گا...... ورنہ میری ساری توجہ خاک میں مل جائے گی...... یہ اور بات ہے کہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہو جائے...... ہو سکتا ہے میرے پڑھنے والے ہزاروں بچوں، بڑوں اور بوڑھوں میں سے چند یہ بھی کہہ اٹھیں کہ بالکل غلط...... سرورق اس مرتبہ بھی بالکل بکواس تھے...... تو کیا ہے؟ میں سرورق کو اتنی اہمیت نہیں دیتا جتنی ناول کی کہانی کو...... واقعات، واقعات کا تانا بانا، واقعات کی تیزی، تیز رفتار سے آگے بڑھتی ہوئی کہانی اور پھر اس میں مزاح کی چاشنی، چست جملے جو آپ کو گدگدی بخشیں...... یہ سب کچھ میرے نزدیک زیادہ اہم ہے اور یہ بات ثابت بھی ہو چکی ہے کیونکہ کمزور ترین ٹائٹل والی کتاب بھی تعداد میں دوسری کتابوں کے برابر ہی فروخت ہوئی ہے...... لہٰذا سرورق کو بہتر بنانا میں ضروری خیال کرتا ہوں...... لیکن اتنا بھی نہیں کہ اس کے چکر میں پڑ کر اس ناول سے ہی توجہ ہٹا لوں...... آپ کا کیا خیال ہے!

اشتیاق

نگرانی کرنے والا

فرزانہ اسکول سے نکل رہی تھی، اسی وقت ہما بخاری اس کے قریب سے گزری۔ فرزانہ نے فوراً کہا:

"ہیلو ہما کیا حال ہے۔"

"اوہ! ہیلو فرزانہ ٹھیک ہوں۔" ہما نے اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور تیز تیز قدم اٹھاتی آگے نکل گئی۔

فرزانہ حیران رہ گئی۔ ہما بخاری اس کی کلاس فیلو تھی۔ راستے میں جب بھی اس کا ہما سے ہیلو کا تبادلہ ہوتا، ہما اس سے ہاتھ ملا کر دو چار باتیں ضرور کرتی، وہ فرزانہ کو بہت پسند کرتی تھی اور ہمیشہ اس سے بات کرنے کا موقع تلاش کرتی رہتی۔ لیکن آج وہ نزدیک نہیں آئی تھی اور نہ اس سے ہاتھ ملایا تھا، چند باتیں بھی نہیں کی تھیں، بلکہ دور سے ہی ہاتھ ہلا کر اس سے آگے نکل گئی تھی۔ فرزانہ نے ہما کو اپنی کار کی طرف بڑھتے دیکھا، فرزانہ نے رفتار اور تیز کر دی اور اس سے پہلے کہ ہما کار میں بیٹھ جاتی، وہ اس کے سامنے پہنچ گئی:

"ہما خیریت تو ہے، آج تم کچھ پریشان تو نہیں ہو، کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہو گئی۔" ہما اسے سامنے دیکھ کر ٹھٹک گئی، اس نے فرزانہ کی طرف دیکھا اور اس لمحے فرزانہ نے اس کی آنکھوں میں بے چینی اور گھبراہٹ کے آثار دیکھ لیے۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں فرزانہ، ذرا سر میں درد ہے اور بس.... خدا حافظ۔" ہما نے جلدی جلدی کہا اور اس کے پاس سے نکل کر کار میں بیٹھ گئی۔ ڈرائیور اسکے لیے پہلے سے دروازے کھولے کھڑا تھا۔ وہ وزیر خارجہ کے سیکریٹری.... جاوید اشرف بخاری صاحب کی بیٹی تھی۔ فرزانہ کے دیکھتے ہی دیکھتے ڈرائیور نے دروازہ بند کیا، ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور کار آگے بڑھ گئی۔ فرزانہ سڑک کے کنارے ساکت کھڑی رہ گئی۔ اس کا ذہن پکار پکار کر کہہ رہا تھا، ضرور کوئی بات ہے، ورنہ ہما ایسی لڑکی نہیں کہ فرزانہ اس سے بات کرنا چاہے اور وہ نہ رکے۔ ابھی کار کی گرد نہیں چھٹی تھی کہ ایک موٹر سائیکل اس کے قریب آ کر رکی اور ایک چہکتی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی:

"تمہیں دھول پھانکنے کا شوق کب سے ہو گیا۔"

فرزانہ نے چونک کر دیکھا، یہ فاروق تھا، لیکن محمود اس کے ساتھ نہیں تھا۔

اس نے فاروق کے جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے جلدی سے ادھر ادھر دیکھا، محمود دور دور تک آتا نظر نہ آیا:

"محمود کہاں رہ گیا۔"

"اس کی موٹر سائیکل پنکچر ہو گئی ہے، پنکچر لگوا کر گھر پہنچ جائے گا، چلو بیٹھو، ہاں تم نے بتایا نہیں آج اپنی خاص جگہ کی بجائے یہاں کیوں کھڑی ہو، میں تمہیں وہاں نہ پا کر فکر مند ہو گیا تھا.... حالانکہ میں جانتا ہوں، تمہارے لیے فکر مند ہونا بھی بے وقوفی ہے۔" فاروق نے شریر لہجے میں کہا۔ انہوں نے ایک جگہ مقرر کر رکھی تھی، فرزانہ اسکول سے نکل کر وہاں ان کا انتظار کرتی تھی۔ دونوں اسکولوں میں چھٹی ایک ہی وقت پر ہوتی تھی اور درمیانی فاصلہ بھی زیادہ نہیں تھا، اس لیے فرزانہ کو زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑتا تھا۔

"تو پھر فکر مند کیوں ہو گئے تھے۔" فرزانہ نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"بس ٹھہر اجو بے وقوف.... تم بھی کچھ فکر مند لگتی ہو۔"

"ہاں وزیر خارجہ کے سیکریٹری جاوید اشرف کی بیٹی کو میں نے پریشان اور فکر مند دیکھا ہے۔"

"لیکن وہ تمہاری سہیلی تو نہیں، صرف کلاس فیلو ہے۔"

"تو کیا کلاس فیلو کے لیے پریشان نہیں ہوا جا سکتا۔" فرزانہ نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"ہوا جا سکتا ہے، بالکل ہوا جا سکتا ہے، میری طرف سے تم سارے سکول کی لڑکیوں کے لیے فکر مند ہو جاؤ۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، آج سکول میں کسی سے جھگڑا ہوا ہے، یا کسی ٹیچر نے ڈانٹ پلائی ہے۔" فرزانے اسے گھورا۔

"میں نے آج تک ڈانٹ پی کر نہیں دیکھی، خدا جانے کیسا ذائقہ ہوتا ہے اس کا۔" فاروق مسکرایا۔

"سنو! تم بُرا مانو یا بھلا، میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ ہما بخاری آخر پریشان کیوں ہے؟" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"تو معلوم کر لو، منع کس نے کیا ہے، تمہاری عادت ہے، ہمیشہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑا بیٹھتی ہو۔ بھی ہو گی کسی گھریلو مسئلے پر پریشان۔"

"اس کا گھرانہ ایک خوش حال گھرانہ ہے، سیکریٹری صاحب بہت خوش مزاج ہیں۔ ان کی بیگم پارٹیوں میں جانے کی بہت شوقین ہیں، سیکریٹری صاحب کے ہما کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں ہے، ہاں ان کا ایک بھائی نوید اشرف ضرور ہے، لیکن اسے کرکٹ کھیلنے سے ہی فرصت نہیں، ایسے حالات میں بھلا ہما کو کیا پریشانی ہو سکتی ہے، ہاں گھر میں دو ملازم بھی ہیں، ملازم بہت پرانے اور وفادار ہیں۔ ان کے بارے

میں بھی اسے کوئی پریشانی نہیں ہو سکتی.... ان حالات میں مجھے اس کے رونے پر اگر الجھن ہے تو یہ بالکل جائز الجھن ہے۔"

"لو اب الجھنیں بھی جائز اور ناجائز ہونے لگیں، اچھا اب گھر بھی چلنا ہے، یا تمہیں سے سیکریٹری صاحب کی کوٹھی کی طرف جانے کا ارادہ ہے، اگر ایسا ہی ہے تو کوئی رکشہ ٹیکسی پکڑ لو، کیونکہ میں وقت ضائع کرنے کا شوقین نہیں ہوں۔"

"ارادہ تو یہی ہے کہ یہاں سے سیدھی سیکریٹری صاحب کے ہاں جاؤں۔"

"تو پھر بسم اللہ کرو، خدا تمہیں وہاں بخیر عافیت لے جائے اور وہاں سے بخیر و عافیت واپس بھی لائے، اس کے ساتھ ہی میری دعا ہے کہ تمہیں ہما بخاری کی فکر دور کرنے میں کسی قسم کے فکر سے واسطہ نہ پڑے۔"

"گویا تم میرا ساتھ نہیں دو گے۔" فرزانہ نے اُسے گھورا۔

"ہرگز نہیں، مجھے پاگل کتے نے نہیں کاٹا۔"

"تو تمہارے خیال میں مجھے کتے نے کاٹا ہے۔"

"میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی اور نہ تم یہ بات ثابت کر سکتی ہو کہ میں نے یہ بات کہی ہے، کیونکہ میں بے بات کرنے کا قائل نہیں۔"

"بات کی گردان ہو چکی۔" فرزانہ نے پیر پٹخ کر کہا۔

"اگر تمہارے خیال میں یہ بات کی گردان تھی تو واقعی ہو چکی۔" فاروق نے گویا سچے دل سے اقرار کیا اور فرزانہ جھلا گئی۔

"تو تمہارا فیصلہ یہ ہے کہ تم میرا ساتھ نہیں دو گے اور مجھے یہاں سے کوئی رکشہ پکڑنا ہو گا۔"

"دوسروں کی باتوں کا بالکل صحیح مطلب نکالنے میں تو تم ماہر ہو۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"تو پھر سنو! تم میرا ساتھ ہرگز نہ دو، لیکن مجھے موٹر سائیکل پر بٹھا کر جاوید اشرف بخاری صاحب کی کوٹھی تک تو چھوڑ آؤ، وہاں سے تم واپس آ جانا، صرف میں اندر جاؤں گی۔"

"دیکھ لو، کہیں دروازے پر پہنچ کر یہ نہ کہہ بیٹھنا کہ اب یہاں تک تو آ ہی گئے ہو، آؤ اندر بھی چلو۔" فاروق نے کہا۔

"نہیں کہوں گی، وعدہ رہا۔"

"تو پھر بیٹھو.... تم بھی کیا یاد کرو گی کہ کسی رئیس سے ملاقات ہوئی تھی اور کسی نے تمہیں لفٹ دی تھی۔"

"ضرور یاد کروں گی، بلکہ ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" فرزانہ نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"اگر تم نے اپنا لہجہ نہ بدلا تو میں موٹر سائیکل کا رخ گھر کی طرف موڑ دوں گا۔"

"ارے تو کیا میں نے اپنے لہجے میں کڑواہٹ گھول دی ہے۔" فرزانہ نے بھی تلملا کر کہا۔

"وہ تو ہمیشہ سے گھلی ہوئی ہے۔" فاروق بولا۔

"تب پھر اس میں میرا کیا قصور۔" فرزانہ مسکرائی۔

"ویسے تم اس بات کو لکھ لو، بات کچھ بھی نہیں نکلے گی اور اس بار تمہارے اندازوں کو منہ کی کھانا پڑے گی۔" فاروق نے کہا۔

"تب تو یہ میرے اندازوں کو منہ کی کھانا پڑے گی۔" فاروق نے کہا۔

"گویا تم اپنے اندازوں کی شکست ہو گی نہ کہ میری۔"

"گویا تم اپنے اندازوں کو خود سے الگ سمجھتی ہو۔"

"میرا خیال ہے، آج تم خشک باتوں پر اتر آئے ہو۔"

"تو ہاتوں پر اتر کر چھلنے سے تو یہی بہتر ہے۔" فاروق نے کہا، ساتھ ہی ایک بریک لگاتے ہوئے بولا:

"چلو اترو، اما کا گھر آ گیا ہے، اب میں یہاں سے ایک انچ آگے نہیں جاؤں گا۔"

"اور تمہاری منت کون کر رہا ہے.... میں نے خود کو لاچار کبھی محسوس نہیں کیا.... میں تمہاری مدد کے بغیر بھی اپنے ارادوں کے مطابق کام کر سکتی ہوں۔"

"تب تو تمہیں اپنے ارادوں پر سوار ہو کر ہی یہاں تک پہنچنا چاہیے تھا۔"

یہ کہہ کر اس نے جھلاہٹ کے عالم میں موٹر سائیکل موڑی، فرزانہ نے بھی اس کی طرف مڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہو گئی، فاروق جونہی مڑا، اسے سڑک کے دوسری طرف ایک آدمی جوتوں کی دکان کے شوکیس پر جھکا دکھائی دیا، لیکن فوراً ہی اس نے محسوس کر لیا کہ دراصل وہ جوتوں کو نہیں، جاوید اشرف بخاری کی کوٹھی کی طرف دیکھ رہا تھا، فاروق نے فوراً منہ دوسری طرف کیا اور نکلتا چلا گیا۔

☆☆

جاوید اشرف بخاری کی کوٹھی کے بالکل سامنے، سڑک کے دوسری طرف کھڑا ہوا آدمی چند لمحے تک اسی طرح شوکیس پر جھکا رہا، پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کے قدم ایک میڈیکل اسٹور کی طرف اٹھنے لگے۔ اسٹور کے باہر ایک بورڈ فٹ پاتھ پر رکھا تھا، اس پر لکھا تھا آپ یہاں سے فون کر سکتے ہیں، اس نے آگے بڑھ کر فون کا ریسیور اٹھایا اور کسی کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی ایسی آواز آئی جیسے بولنے والے کا نگا بیٹھا ہوا ہو!

"ہیلو!"

"باس! یہ میں ہوں لوٹا!"

"ہوں! کیا رپورٹ ہے۔"

"ان میں سے ایک اندر داخل ہوا ہے، دوسرا اسے صرف چھوڑنے آیا تھا، وہ واپس چلا گیا ہے، ہو سکتا ہے، آنے والا صرف جاوید اشرف کی بیٹی سے ملنے آیا ہو۔"

"تو کیا وہ فرزانہ ہے۔" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"جی ہاں!"

"بہت خوب! تب تو اس کا امکان ہے کہ وہ اپنی سہیلی سے ملنے کے لیے آئی ہو، لیکن اس کا اپنی سہیلی سے ملنا بھی تو اچھا نہیں ہے، اس لیے اب نگرانی اور سخت شروع کر دو، جب بھی کوئی نئی بات ہو، مجھے اطلاع دو.... اگر فرزانہ صرف ملنے آئی ہے تو ایک آدھ گھنٹے بعد چلی جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی پھر ادھر نہ آیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ معاملہ صاف ہے اور فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"بہت بہتر باس! میں پوری احتیاط کروں گا۔" اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ لوٹا میڈیکل اسٹور کے کاؤنٹر پر ایک نوٹ پھینکتا ہوا باہر نکلا اور واپس اسی شوکیس تک پہنچ گیا، لیکن پھر اسے نہ جانے کیا سوجھی کہ چند قدم کے فاصلے پر واقع ایک ٹی اسٹال کے اندر جا کر بیٹھ گیا۔ ٹی اسٹال کی دیوار شیشے کی تھی، اب وہ اس شیشے میں سے جاوید اشرف کی کوٹھی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بیرا قریب آیا تو اس نے صرف چائے کا آرڈر دیا۔ چند منٹ بعد چائے آ گئی اور وہ ہلکی ہلکی چسکیاں لگانے لگا۔ اچانک اس کا پیالی والا ہاتھ منہ کی طرف جاتے جاتے رک گیا، پھر پیالی نیچے آ رہی۔ اس نے ایک نوٹ جلدی سے نکالا، میز پر رکھا اور ٹی اسٹال سے باہر نکل گیا۔

صرف تین منٹ بعد وہ دوبارہ اپنے باس کو رپورٹ دے رہا تھا۔

☆☆☆

معاملے کا سر پیر

محمود گھر کے سامنے پہنچا تو اسے فاروق کی موٹر سائیکل دکھائی نہ دی۔ اس کی پیشانی پر فکر کی لکیریں ابھر آئیں۔ فوراً ہی اس نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ بیگم جمشید نے دروازہ کھولا اور چونک کر پوچھا:

''فاروق اور فرزانہ کہاں ہیں۔''

''انہیں تو مجھ سے پہلے یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا، میری موٹر سائیکل پنکچر ہو گئی تھی، چنانچہ میں نے فاروق کو فرزانہ کے اسکول کی طرف بھیج دیا، تاکہ فرزانہ کو وہاں انتظار نہ کرنا پڑے۔''

''حیرت ہے، پھر وہ دونوں اب تک کیوں نہیں آئے۔'' ان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی موٹر سائیکل کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔ دونوں نے ادھر دیکھا اور یہ دیکھ کر چونک اٹھے کہ فاروق تنہا تھا۔

''ارے! فرزانہ کہاں ہے؟'' بیگم جمشید چلا اٹھیں۔

''فکر نہ کریں امی جان وہ بالکل خیریت سے ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم نے کوئی چکر مول لے لیا ہے۔''

''چکر مول لے لیا ہے، یہ تم نے چکر کب سے مول لینے شروع کر دیے۔'' بیگم جمشید نے اسے گھورا۔

''ہاں واقعی.... چکر تو ہمیں ہمیشہ مفت مل جاتے ہیں۔'' فاروق نے کہا، پھر تیزی سے اندر کی طرف بڑھتے ہوئے بولا:

''پہلے میں ایک فون کر لوں، پھر بتاتا ہوں، فرزانہ کہاں ہے؟'' اس نے کہا اور فون کی طرف بڑھا۔ محمود اور بیگم جمشید بھی اس کے نزدیک ہو گئے۔

اس نے جلدی جلدی ڈائریکٹری میں جاوید اشرف بخاری کے نمبر دیکھے اور ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی کہا گیا:

''یہ جاوید اشرف بخاری صاحب کی کوٹھی ہے، میں ان کا ملازم سابو بول رہا ہوں، آپ کو کس سے بات کرنی ہے۔''

''میں ہما بخاری سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''جی بہت بہتر!'' دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر ریسیور میز پر رکھنے کی آواز سنائی آئی۔ جلد ہی ہما کی آواز سنائی دی۔

''ہیلو! ہما بخاری بول رہی ہوں، آپ کون ہیں۔''

''فاروق... فرزانہ کا بھائی، فرزانہ یہیں ہے نا۔''

''جی ہاں!'' ہما نے جلدی سے کہا۔

''تو ذرا فون اسے دیں۔''

''میں ابھی اسے آواز دیتی ہوں۔'' جلد ہی فاروق نے فرزانہ کی آواز سنی:

''ہاں فاروق کیا بات ہے، اتنی جلدی فون کرنے کی کیا پڑی تھی۔''

''سنو! معاملہ کچھ گڑبڑ لگتا ہے....'' فاروق نے سرگوشی میں کہا۔

''کیا مطلب؟'' فرزانہ چونکی۔

''بات فون پر نہیں بتائی جا سکتی، غور سے سنو... میں کیا چاہتا ہوں۔''

فاروق نے کہا اور اس کے الفاظ اور بھی دھیمے ہو گئے۔ پھر اس نے فون کا

ریسیور رکھ دیا اور ان کی طرف مڑا:

"کیا چکر شروع کر دیا تم نے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"چکر میں نے نہیں، فرزانہ نے شروع کیا، بلکہ اس کا بھی کوئی قصور نہیں، چکر نے تو دراصل ہمیں شروع کیا ہے۔"

"توبہ ہے، کتنا شوق ہے تمہیں ان چکروں میں پڑنے کا۔" بیگم جمشید نے جھلا کر کہا، پھر بولیں:

"اب جلدی جلدی ساری بات بتاؤ، تاکہ مجھے فرزانہ کے بارے میں اطمینان ہو۔" فاروق نے انہیں سب کچھ کہہ سنایا، پھر بولا:

"اور محمود.... اب تم تیار ہو جاؤ..."

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی، فاروق نے مسکرا کر فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے ہما پریشان آواز میں کہہ رہی تھی:

"بھئی فاروق... فرزانہ کو نہ جانے یکایک کیا ہو گیا ہے۔ وہ اچانک بیہوش ہو چکی ہے، آپ لوگ فوراً یہاں آ جائیں... میں ڈاکٹر کو فون کر رہی ہوں۔"

"جی۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ بے ہوش ہو گئی ہے۔"

"ہاں" ہما نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"لو بھئی... فرزانہ بے ہوش ہو گئی ہے، آؤ چلیں۔"

"وہ بت تیرے کی.... اسکول سے آ کر دو منٹ بھی سکون کا سانس نہیں لیا اور پھر گھر سے نکلنا پڑ گیا۔"

"تم راستے میں جتنے جی چاہے، سکون کے سانس لے لینا۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"دوسرے ہی لمحے دونوں دروازے کا رخ کر رہے تھے اور بیگم جمشید

انہیں ناخوش گوار انداز میں.... جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

☆☆

فرزانہ نے ریسیور رکھا اور ہما کی طرف مڑی تو اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے، ہما یہ دیکھ کر چونک اٹھی اور بولی:

"کیا ہوا فرزانہ خیر تو ہے...."

"میرا سر چکرا رہا ہے، دراصل طبیعت تو میری صبح سے ہی کچھ خراب تھی، بس تمہیں پریشان دیکھا تو گھر جانے کی بجائے یہاں آ گئی، کیونکہ سڑک پر تم نے اطمینان سے بات بھی نہیں کی، آخر تم میری کلاس فیلو ہو۔ ہمارے درمیان علیک سلیک تو ہے ہی، ہم سہیلیاں نہ سہی، لیکن اب میں سوچ رہی ہوں کہ مجھے اس حالت میں سیدھے گھر جانا چاہیے تھا۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی فرزانہ لڑکھڑائی:

"ارے! میں گری... مم... میرا سر.... اوہ۔"

وہ جھومنے لگی، یوں جیسے اب گری کہ اب گری، ہما پریشان ہو گئی، اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا اور پھر ایک کمرے میں صوفے تک گھسیٹ لائی۔

"ہم... ہما... ہما آپ ذرا محمود یا فاروق کو فون پر خبر کر دیں، وہ آ جائیں گے۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی فرزانہ کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ ہما کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ سب سے پہلے تو اس نے ڈائریکٹری میں نمبر دیکھ کر انسپکٹر کے گھر کے نمبر ڈائل کیے، فاروق کو فرزانہ کی بیماری کی اطلاع دی اور پھر اپنے فیملی ڈاکٹر کو فون کیا۔ اس کے بعد سب کو آواز دی۔ وہ دوڑا آیا اور فرزانہ کو اس طرح لیٹے دیکھ کر بوکھلا گیا:

"انہیں کیا ہوا؟"

"یہ بے ہوش ہو گئی ہیں۔ ان کے بھائی اور ڈاکٹر صاحب آ رہے ہیں،

انہیں فوراً لے آنا اور ذرا امی اور انکل کو بتادو میں اس صورت حال میں تنہا قابو نہیں پا سکتی۔"

"جی بہت بہتر!" سابو نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں بیگم بخاری اور جاوید اشرف کے بھائی نوید اشرف کے علاوہ دوسرا ملازم جارج بھی موجود تھا۔ سابو دروازے پر ڈاکٹر اور محمود، فاروق کا انتظار کر رہا تھا۔

"یہ کون ہے بیٹی!" بیگم بخاری نے پوچھا۔

"میری کلاس فیلو فرزانہ... یہ انسپکٹر جمشید کی بیٹی ہیں امی۔" ہما نے بتایا۔

"اوہ!" بیگم بخاری اور نوید اشرف کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

آنکھوں میں حیرت کے دیے جل اٹھے۔ پھر بیگم بخاری نے پوچھا:

"لیکن اسے ہوا کیا ہے.. یہ یہاں کب آئی۔"

"ابھی ابھی آئی تھی، مجھ سے ملنے، بس اچانک اس کا سر چکرایا اور بے ہوش ہو گئی۔" ہما نے جواب دیا۔

"حیرت ہے، یہ تو بہت صحت مند بچی نظر آتی ہے۔"

"جی ہاں! اس میں کیا شک ہے، لیکن امی.... کیا صحت مند آدمی اس طرح بے ہوش نہیں ہو سکتے۔" ہما نے معصومیت سے کہا۔

"ہو تو سکتے ہیں، میرا خیال ہے، اس سوال کا بالکل صحیح جواب تو ڈاکٹر صاحب ہی دے سکتے ہیں۔"

"میں نے انہیں بھی فون کر دیا ہے، وہ آتے ہی ہوں گے۔ فرزانہ کے بھائی بھی آتے ہی ہوں گے۔" ہما بولی۔

"تم نے اچھا کیا کہ انہیں بھی فون کر دیا میں...."

اسی وقت انہوں نے قدموں کی چاپ سنی۔ وہ چونک کر دروازے کی

طرف مڑے۔ انہوں نے دیکھا، ڈاکٹر صاحب محمود اور فاروق کے ساتھ اندر آ رہے تھے!

"ارے آپ تو ایک ساتھ پہنچے۔" ہما کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! ہم دونوں کوٹھی کے قریب پہنچے ہی تھے کہ عین اس وقت ڈاکٹر صاحب بھی پہنچ گئے، کیا ہوا فرزانہ کو۔" یہ کہہ کر دونوں اس پر جھک گئے، محمود نے اس کے گالوں پر تھپکی دی۔

"آپ ہٹ جائیے میں دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب آگے بڑھے۔ چند منٹ تک معائنہ کرنے کے بعد انہوں نے فکر مند لہجے میں کہا۔

"ان کے تو دماغ پر کسی اندرونی چوٹ کا اثر ہے، ایسی حالت میں انہیں ہلایا جلایا ہرگز نہ جائے۔ کوئی دوا بھی نہیں دی جا سکتی، بس آرام اور سکون سے لیٹے رہنے دیا جائے، ہوش میں آنے کے بعد جو کچھ مانگے، وہ دے دیا جائے۔"

"اف اللہ! یہ فرزانہ کے دماغ میں اندرونی چوٹ کہاں سے آ گئی۔" فاروق نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"فکر نہ کرو بیٹے... ٹھیک ہو جائے گی، جب تک اس کی حالت سنبھل نہیں جاتی اس وقت تک یہ یہیں رہے گی، تم لوگ بھی اس کے پاس ہی رہو، محمود تم اپنی امی اور ابا جان کو بھی بلا لو۔" بیگم بخاری کا لہجہ ہمدردانہ تھا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ آنٹی، آپ کو اس طرح بہت زحمت ہو گی!" محمود نے پرخلوص آواز میں کہا۔

"بھلا اس میں زحمت کی کیا بات ہے.... یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔"

"بہت بہتر! امی جان تو نہیں آ سکیں گی، البتہ اگر کچھ دیر تک اور فرزانہ کو ہوش نہ آیا تو ہم ابا جان کو ضرور فون کر دیں گے۔ کیونکہ ان کی طبیعت بھی کچھ خراب

ہے۔'' محمود نے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب تو ہدایات دے کر چلے گئے، محمود اور فاروق وہیں بیٹھ گئے، باقی لوگ بھی کچھ دیر بعد بیٹھ کر اٹھ گئے۔ سب سے پہلے اما اٹھی تھی۔ جب کمرے میں ان تینوں کے علاوہ کوئی نہ رہا تو فرزانہ نے کن انکھیوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی:

''یہ ڈاکٹر نے میرے دماغ میں کوئی اندرونی چوٹ کیسے بتادی؟''

''ہم نے اسے سڑک سے کچھ دور ہی روک لیا تھا، پھر ساری بات بتا کر پہلے خود آئے، اور ہمارے آنے کے چند سیکنڈ بعد ڈاکٹر صاحب آگئے۔'' محمود نے دبی آواز میں کہا۔

''بہت خوب! عقل مند ہوتے جارہے ہو دن بدن، ضرور میری صحبت کا اثر ہے۔'' فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

''دیکھو! اگر یہاں میری زبان شروع ہوگئی تو ہمارا بھانڈا پھوٹ جائے گا، ہمارا نہیں بلکہ صرف تمہارا، کیونکہ جھوٹ موٹ کی بے ہوش تم ہوئی ہو، ہم دونوں نہیں، ویسے یہ بات میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم جھوٹ موٹ کی بے ہوش بننے میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔'' فاروق شوخ لہجے میں کہتا چلا گیا۔

''چلو خدا کا شکر ہے کہ میں کسی چیز میں تو اپنا جواب نہیں رکھتی، اب تم یہ بتاؤ فون پر تم نے کس طرح کہا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔''

''جاوید اشرف صاحب کی کوٹھی کی نگرانی ہو رہی ہے، میں نے باہر ایک آدمی دیکھا تھا۔''

''اوہ! تب تو ضرور کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے..... لیکن سوال یہ ہے کہ باہر نگرانی کرنے والوں سے اما کی پریشانی کا کیا تعلق ہے۔''

''یہ سب کچھ معلوم کرنے کے لیے تو ہم آئے ہیں، تم یوں کرو کہ آرام سے بے ہوش ہو جاؤ، تاکہ ہم ادھر ادھر گھوم پھر کر حالات کا جائزہ لے سکیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کر سکیں کہ آخر چکر کیا ہے۔''

''میرا خیال ہے، ابھی تک جاوید اشرف صاحب نہیں آئے۔'' فرزانہ نے کہا۔

''ہاں!'' محمود نے کہا۔

''ان کے آنے سے پہلے پہلے جو کچھ معلوم کر سکتے ہو، کر لو، نہ جانے وہ ہماری یہاں موجودگی برداشت کریں یا نہ کریں، اور ہاں ابا جان کو بھی فون پر حالات بتادو..... بلکہ سب سے پہلے یہی کام کرو۔''

''اچھا ٹھیک ہے، تم آنکھیں بند کرلو۔''

فرزانہ کو ساکت چھوڑ کر وہ کمرے سے باہر آئے۔ فون برآمدے میں ایک تپائی پر رکھا نظر آیا، دونوں اس کے نزدیک پہنچے:

''میں فون کرتا ہوں، تم ادھر ادھر نظر رکھو، جونہی کوئی نزدیک آتا نظر آئے، سیٹی بجادینا۔''

''اور اگر مجھے سیٹی بجانا نہ آتا ہو تو تمہارے بازو میں چٹکی بھر لوں۔'' فاروق نے پوچھا۔

''چٹکی بھرنے کی صورت میں ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹ بھی سکتا ہے، ایسی حماقت نہیں کرنا۔'' محمود نے جل کر کہا۔

''اوہ! اچھا، خیر بجالوں گا سیٹی ہی۔'' فاروق نے مری مری آواز میں کہا، پھر بڑبڑایا..... ''خود تو شہزادی صاحبہ آرام سے سو رہی ہیں اور ہمیں مصیبت میں ڈال دیا ہے۔''

اسی وقت نمبر مل گیا اور محمود نے انسپکٹر جمشید کی آواز سن کر سرگوشی میں کہا:

"ہیلو! ابا جان..... یہ میں ہوں محمود اور اس وقت جاوید اشرف بخاری سیکریٹری وزیر خارجہ کی کوٹھی سے بول رہا ہوں۔"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"یہاں صرف میں ہی نہیں، فاروق اور فرزانہ بھی موجود ہیں۔"

"ارے!" ان کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔ پھر محمود نے مختصر لفظوں میں وہاں پہنچنے کا حال کہہ سنایا۔ اس کے خاموش ہونے پر انسپکٹر جمشید بولے:

"ٹھیک ہے، میں فرزانہ کی طبیعت کی خرابی کے بہانے یہاں آ سکتا ہوں، اس وقت میں جائزہ لے لوں گا کہ باہر کون نگرانی کر رہا ہے، تم فکر نہ کرو اور ہاں جب تک میری ہدایت تمہیں نہ ملیں، وہیں رہو۔"

"جی وہیں رہیں۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! جب تک اس معاملے کا کچھ سر پیر معلوم نہیں ہو جاتا، اس وقت تک تم لوگ کس طرح یہاں آ سکتے ہو۔" وہ بولے۔

"جی بہتر!" اس کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے ریسیور رکھ دیا۔

محمود ریسیور رکھ کر مڑا ہی تھا کہ دوسری طرف سے سایہ آتا نظر آیا، یہ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ محمود نے اس کی طرف ایک قدم بڑھاتے ہوئے کہا:

"کیوں بابا..... ہما صاحبہ کا کمرہ کونسا ہے؟"

"برآمدے کے آخر میں بائیں ہاتھ والا کمرہ انہی کا ہے۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ شاید وہ اسٹور روم کی طرف جا رہا تھا۔

دونوں ہما کے کمرے کی طرف بڑھے۔ ہما کے کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ انہوں نے دروازے کے پٹ کھول ڈالے اور پھر ٹھٹک گئے۔ ہما اپنے

کمرے میں نہیں تھی، باہر سے ہی انہیں باتھ روم کا دروازہ بھی کھلا نظر آیا، تاہم انہوں نے اندر داخل ہو کر بھی باتھ روم کو دیکھا۔

"شاید وہ کسی اور کمرے میں ہے، ہو سکتا ہے، اپنی امی کے کمرے میں ہو۔" محمود نے کہا۔

وہ دبے پاؤں واپس مڑے اور ایک کمرے کے دروازے پر انگلی سے دستک دی۔ دروازہ کھلا اور نوید اشرف نے سر باہر نکالا:

"اوہو، یہ کمرہ آپ کا ہے، ہم سمجھے آنٹی کا ہے۔"

"ان کا کمرہ وہ ہے۔" نوید نے اشارہ کیا۔

"ہما آپ کے کمرے میں تو نہیں ہیں۔" محمود نے پوچھا۔

"نہیں، اپنے کمرے میں ہوگی..... اسکا کمرہ وہ ہے آخر میں۔"

"جی..... دراصل وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں، اسی لیے ہم انہیں ان کی امی کے کمرے میں دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے..... وہ وہیں ہوگی۔" نوید اشرف نے کہا۔ دونوں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور بیگم بخاری کے کمرے کی طرف بڑھے۔ دستک دینے پر بیگم بخاری نے دروازہ کھولا۔

"آنٹی ہما یہاں تو نہیں ہے۔"

"نہیں بیٹے! اپنے کمرے میں ہوگی۔"

"جی وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے۔"

"تو پھر وہ ضرور پائیں باغ میں ہوگی، اسے پائیں باغ میں بیٹھنے کا شوق جنون کی حد تک ہے۔"

"جی بہت اچھا! ہم انہیں پائیں باغ میں دیکھ لیتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

دونوں مڑنے لگے تو بیگم بخاری بولیں:

''فرزانہ بیٹی کو ہوش آیا یا نہیں۔''

''جی اتھوڑی دیر کے لیے ہوش میں آئی تو تھی.... اب پھر سوگئی ہے۔''

''خیر، فکر نہ کرو، خود بخود ہوش میں آجائے گی، ڈاکٹر صاحب کا خیال بھی ہے، وہ ہمارے بہت اچھے فیملی ڈاکٹر ہیں۔''

''جی ہاں! انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا، اچھا آنٹی آپ کا بہت بہت شکریہ!''

اب وہ پائیں باغ میں آئے۔ اور اسے دیکھ کر حیران رہ گئے، پائیں باغ بہت گھنا تھا۔ اچھا بھلا بڑا باغ نظر آرہا تھا جس میں نہ صرف پھولوں کے پودے تھے، بلکہ پھل دار درخت بھی تھے۔ وہ پورے باغ کو دیکھتے پھرے، گھنی گھاس پر چلتے ہوئے انہوں نے پورا باغ دیکھ ڈالا اور اس وقت انہیں یہ بات معلوم ہوئی کہ ہما بخاری نہ کوٹھی کے اندر کہیں موجود تھی نہ باہر... دونوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، دونوں کی آنکھوں میں ایک ہی سوال تھا: تو پھر ہما کہاں ہے۔ آخر وہ اندر داخل ہوئے عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی، انہوں نے ایک ملازم کو فون کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔

☆☆☆

بھوک پروف

انسپکٹر جمشید ریسیور رکھ کر اکرام کی طرف مڑتے ہوئے بولے:

''محمود، فاروق اور فرزانہ پھر کسی چکر میں الجھ گئے ہیں، میں ذرا ان کی خبر لینے جا رہا ہوں۔''

''جی بہت بہتر!'' اکرام نے مسکرا کر کہا، عین اسی وقت آئی جی صاحب کا چپراسی.... اندر داخل ہوا۔

''صاحب آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ تم چلو، میں آتا ہوں۔'' انہوں نے کہا اور چپراسی چلا گیا۔

''لو بھئی! محمود، فاروق اور فرزانہ سے پہلے اب آئی جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا ہے، ان کے کمرے سے واپس آکر بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔''

''جی بہت بہتر!''

وہ آئی جی صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے۔ موٹے سے جسم کا ایک آدمی پہلے سے ان کے کمرے میں موجود تھا، وہ آئی جی صاحب کے بالکل سامنے والی کرسی پر بیٹھا تھا۔ انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر آئی جی بولے:

''آؤ جمشید ان سے ملو، یہ ناصر اقبال ہیں.... میرے دوست یار جمال کو تم شاید نہیں جانتے، یہ ان کے گہرے دوست ہیں، کھالوں کا کاروبار ہے ان

کا.... بابر جمال بھی کھالوں کی ہی تجارت کرتے ہیں...."

میں یہ جانتا ہوں کہ آپ ان کے دوست ہیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے ناصر اقبال سے ہاتھ ملایا اور بولے:

"مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی، ناصر صاحب۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے ناصر اقبال کو غور سے دیکھا اور پھر ان کے کچھ کہنے سے پہلے بولے: "لیکن آپ کچھ پریشان سے لگتے ہیں، بلکہ خوف زدہ نظر آتے ہیں، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"آپ کا خیال سو فیصد درست ہے، مجھے بھی آپ سے مل کر بے پناہ خوشی ہوئی۔" ناصر اقبال نے کہا اور بے بسی کے عالم میں آئی جی صاحب کی طرف دیکھا۔

"میں بتاتا ہوں جمشید۔" آئی جی جلدی سے بولے۔ "انہیں ایک خط موصول ہوا ہے.... یہ اس خط کی وجہ سے پریشان ہیں، انہوں نے خط ملنے کے بعد بابر جمال کو فون کیا، انہوں نے انہیں میرے پاس بھیج دیا، اور اب میں نے تمہیں بلایا ہے۔"

"میں سمجھ گیا، وہ خط مجھے دکھائیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

ناصر اقبال نے جیب سے ایک خط نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے اسے کھولا اور پڑھنے لگے، لکھا تھا:

"میرے باپ کو تمہارے باپ نے دشمنی کی بنا پر مار ڈالا تھا، بدلے میں میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا، بہت جلد میرے ہاتھ تمہاری گردن پر ہوں گے اور میں اپنے باپ کا انتقام لوں گا.... میں کون ہوں، یہ تم نہیں جان سکو گے، کیونکہ تمہارے باپ نے تمہیں کبھی نہیں بتایا ہوگا، جب کہ میری ماں مجھے بتانے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئی ہے۔ وہ دونوں

کسی زمانے میں بہت گہرے دوست تھے۔ کسی بات پر ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ پھر یہ جھگڑا اس قدر بڑھا کہ نوبت ہاتھا پائی تک آ گئی اور اس ہاتھا پائی میں میرا باپ مارا گیا، اب میں اس کا بدلہ لینے کے لیے تم تک پہنچنے والا ہوں.... اس قدر جلد کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

خط کے الفاظ یہی تھے، نیچے کسی کا نام نہیں لکھا تھا۔ انسپکٹر جمشید چند سیکنڈ تک ان الفاظ پر غور کرتے رہے، خط ہاتھ سے لکھا گیا تھا۔ آخر انہوں نے پوچھا:

"آپ کو یہ خط کس طرح ملا۔"

"دروازے میں پڑا ملا تھا، کوئی دے کر ڈال گیا۔"

"یہ کب کی بات ہے۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے کی، جونہی میں نے یہ خط پڑھا، میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، میں نے فوراً بابر جمال کو فون کیا، اس نے مجھے شیخ صاحب کے پاس بھیج دیا۔" اس نے بتایا۔

"بہت خوب! تو کیا آپ کو اپنے باپ کے بارے میں اس واقعے کا واقعی کوئی علم نہیں کہ انہوں نے اپنے دوست کو ہلاک کیا تھا یا نہیں۔"

"جی نہیں انہوں نے کبھی ذکر نہیں کیا۔"

"ان کے دوستوں کے نام بتا سکتے ہیں آپ؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

جی نہیں، وہ میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔" ناصر اقبال بولا۔

"خیر.... آپ فکر نہ کریں، میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"جی ایسا آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ دیکھیں گے اور میری جان پر بنی ہے،

وہ جو کوئی بھی ہے، کسی وقت بھی مجھے قتل کرنے کے لیے آ سکتا ہے۔"

"آپ کی والدہ زندہ ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی بات سن کر پوچھا۔

"جی نہیں، وہ بھی وفات پا چکی ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، آپ کے والد کے دوستوں کے بارے میں کوئی شخص بھی نہیں بتا سکتا۔" انہوں نے فکر مند ہو کر کہا۔

"جی نہیں، ایسا کوئی شخص موجود نہیں۔"

"ہوں! تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں، آپ کی حفاظت کے لیے تو ہم اسی وقت آپ کے گھر پر کچھ سادہ لباس والے مقرر کر دیں گے، آپ لوگ کسی کے لیے بھی دروازہ نہ کھولیں اور اپنے گھر میں بند ہو کر بیٹھیں۔" "لیکن آخر کب تک بیٹھا رہوں گا۔"

"میں جانتا ہوں، یہ بہت مشکل کام ہے، لیکن اس کے سوا اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے:

"آپ.... آپ میرے ساتھ نہیں چل سکتے، اس طرح مجھے بے تحاشہ اطمینان ہو جائے گا۔" ناصر اقبال جلدی سے بولا۔

"میں.... اوہ.... مجھے سوچنے دیں۔" انسپکٹر جمشید کی پیشانی پر فکر کی لکیریں ابھر آئیں۔ ادھر محمود، فاروق اور فرزانہ الجھے ہوئے تھے، ادھر ان کے الجھنے کا سامان بن گیا تھا، ان تینوں کے پاس جانا بھی ضروری تھا، دوسری طرف یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر وہ ناصر اقبال کے ساتھ نہ گئے اور اسے ہلاک کر دیا گیا تو آئی جی صاحب کے دوست بابر جمال ان سے گلہ کریں گے اور وہ ان سے۔" آخر انہوں نے کہا:

"ٹھیک ہے، میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ میرے گھر چل کر میرے ساتھ رہیں۔"

"لیکن اس طرح میرے بیوی بچوں کو خطرہ ہے، انتقام لینے والا مجھے نہ پا کر ان میں سے کسی کو انتقام کا نشانہ بنا سکتا ہے۔" ناصر اقبال بولا۔

"ہوں! یہ بھی ٹھیک ہے، خیر! میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ!" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"آپ یہیں ٹھہریں، ذرا میں اپنے اسسٹنٹ کو کچھ ہدایات دے آؤں۔"

"بہت بہتر!" اس نے کہا، وہ آئی جی صاحب کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آئے۔ پہلے انہوں نے جاوید اشرف بخاری کی کوٹھی کے نمبر ڈائل کیے۔ ایک ملازم نے ریسیور اٹھایا۔

"محمود یا فاروق سے بات کرا دیں۔" انہوں نے کہا۔ جلد ہی انہوں نے محمود کی آواز سنی۔

"محمود! میں شاید آج ادھر نہ آ سکوں.... ایک اور مسئلہ پیش آ گیا ہے، لہٰذا یہی فیصلہ کیا ہے کہ ادھر تم خود نبٹ لو، ادھر میں دیکھ لیتا ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"آپ کو کیا مسئلہ در پیش ہے۔" محمود نے پوچھا۔

"آئی جی صاحب کے ایک دوست بابر جمال کے دوست ناصر اقبال کو کوئی جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے، مجھے ان کے ساتھ جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے ابا جان، ہم یہاں کے معاملات سے خود ہی نبٹ لیں گے، ویسے یہاں کی تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ وہ بخاری گھر کے اندر موجود ہوتے ہوئے بھی غائب ہے، ہم اسے سارے گھر میں دیکھ چکے ہیں۔"

"اوہو اچھا، پھر تو یہ معاملہ بھی کچھ عجیب سا لگتا ہے، خیر اگر مجھے وقت یا موقع ملا تو آنے کی کوشش کروں گا۔"

"آپ فکر نہ کریں، ہم دیکھ لیں گے اور آپ کو فون پر حالات سے آگاہ کرتے رہیں گے، آپ کو ناصر اقبال کا نمبر معلوم ہے۔"

"میں بتا دوں گا۔" یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اکرام کو کچھ ہدایات دیں۔

چند منٹ بعد وہ ناصر اقبال کی کار میں اس کے گھر جا رہے تھے۔ جونہی وہ گھر میں داخل ہوئے، ملازم نے ناصر اقبال کو بتایا:

"باہر جمال ڈرائنگ روم میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

☆☆

انسپکٹر جمشید کا فون ملنے کے بعد وہ پھر فرزانہ کے پاس آئے، اس وقت تک ان تینوں کے لیے کوٹھی کا ایک کمرہ ٹھیک کر دیا گیا تھا اور فرزانہ کو بھی دونوں ملازموں نے مل کر اس میں لٹا دیا تھا۔ دونوں اس کے قریب پہنچے، وہ ابھی تک بے سدھ پڑی تھی:

"فرزانہ ہم تمہارے آس پاس موجود ہیں جس طرح نیکی اور بدی کے دو فرشتے دائیں بائیں موجود ہیں، اگر تم سو نہیں رہی ہو تو ہم تمہیں یہ اطلاع دیتے آئے ہیں کہ ہما کوٹھی میں موجود تھی، لیکن اب موجود نہیں ہے، مطلب یہ کہ وہ گھر سے باہر نہیں گئی.... اس کے باوجود گھر میں نہیں ہے۔" فاروق نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے، چکر شروع ہو گیا ہے۔"

"شروع ہو گیا ہے، چکر تو اس وقت شروع ہوا تھا جب تم نے سکول کے دروازے پر ہما کو پریشان دیکھا تھا۔" محمود نے کہا۔

"تب تم دونوں جا کر ایک بار پھر اس کے کمرے میں دیکھ آؤ۔" فرزانہ نے گویا انہیں حکم دیا۔

"اور تم یہاں آرام سے لیٹی رہو، ڈیوٹی خوب سنبھالی ہے۔" فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"اگر بے ہوش ہونے کا اتنا ہی شوق ہے تو تم میری جگہ آ کر لیٹ جاؤ۔" فرزانہ نے آنکھیں کھولے بغیر مسکرا کر کہا۔

"پھر لوگوں کو کیا بتائیں گے۔" فاروق بولا۔

"کہہ دوں گی، یہ ہماری جدی پشتی مرض ہے، جو ایک سے دوسرے میں فوراً منتقل ہو جاتا ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"بس بس رہنے دو، ہم اپنا بھانڈا اپنے ہاتھوں سے نہیں پھوڑنا چاہتے۔"

"تو جاوید اشرف یا نوید اشرف صاحب سے بھانڈا پھڑوانا چاہتی ہو.... اگر یہی ارادہ ہے تو پھر ہمیں اجازت دو، ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔"

"جانے کے لیے ہی تو کہہ رہی ہوں، ہما کے کمرے تک جا کر اسے دیکھ آؤ، پھر ہم مل کر سوچیں گے کہ کیا کرنا چاہیے۔"

"لیکن تم کس طرح سوچو گی، تم نے تو آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔"

فاروق مسکرایا اور اس سے پہلے کہ فرزانہ جھلا کر آنکھیں کھول دیتی، دونوں جلدی سے باہر نکل آئے۔ ہما کے دروازے کے سامنے پہنچے تو وہ بند نظر آیا، حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا اور اندر ہما بھی نہیں تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آخر محمود نے انگلی سے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا اور ہما کی صورت انہیں دکھائی دی۔ دونوں حیران رہ گئے۔ ادھر ہما نے انہیں دیکھتے ہی پوچھا:

"خیر تو ہے، فرزانہ کو ہوش آیا یا نہیں۔"

"ابھی نہیں، ہم تو آپ کو تلاش کرتے پھر رہے تھے، آپ کہاں چلی گئی

تھیں، ہم نے ساری کوٹھی میں آپ کو تلاش کیا تھا۔" محمود نے کہا۔

"مم..... میں ..... میں" ہما ہکلائی۔ چہرے کا رنگ یک لخت اڑ گیا، آنکھوں میں خوف سا آگیا، پھر اچانک اس نے اپنی حالت کو سنبھال لیا اور بولی:

"میں تو یہیں تھی، اپنے کمرے میں۔"

"لیکن تھوڑی دیر پہلے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور آپ اندر نہیں تھیں۔" محمود نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ دونوں کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے، میں تو اپنے کمرے میں ہی تھی۔ شاید میں باتھ روم میں ہوں گی۔"

اور اس وقت محمود اور فاروق کو یقین ہو گیا کہ ہما سفید جھوٹ کہہ رہی ہے، کیونکہ باتھ روم کا دروازہ بھی انہوں نے کھلا دیکھ لیا تھا اور ہما انہیں باتھ روم میں بھی دکھائی نہیں دی تھی.. انہوں نے باقاعدہ اندر داخل ہو کر دیکھا تھا۔ فاروق نے کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ محمود جلدی سے بولا:

"اوہ! ضرور یہی بات ہوگی، ہم نے باتھ روم کے بارے میں تو خیال ہی نہیں کیا... دراصل ہم آپ کا شکریہ ادا کرنے آئے تھے، ہماری بہن کی وجہ سے آپ کو بہت زحمت ہو رہی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں، آخر فرزانہ میری کلاس فیلو ہے۔"

"اچھا بہت بہت شکریہ! ہم نے آپ کو پریشان کیا۔" یہ کہہ کر دونوں واپس مڑے، محمود کے قدم باورچی خانے کی طرف اٹھنے لگے:

"کیا ارادہ ہے۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"ذرا باورچی خانے تک جا رہا ہوں۔"

"کیوں کی بھوک لگ گئی ہے، بھئی یہ ہمارا گھر نہیں ہے، دوسروں کا ہے

اور دوسروں کے ہاں ان کے وقت کے مطابق ہی کھانے کو مل سکتا ہے۔"

"فکر نہ کرو، تمہارے ہوتے ہوئے تو اچھے اچھوں کی بھوک مر جاتی ہے، میں تو بھلا ہوں کس شمار میں۔" محمود نے جل کر کہا۔

"ہائیں! تو کیا میں بھوک پروف ہوں۔" فاروق نے حیرت سے آنکھیں نکالیں اور محمود مسکرانے لگا۔ دونوں باورچی خانے میں داخل ہوئے۔ یہاں سابو بابا کام میں جتا ہوا تھا، معلوم ہوا وہ خانساماں بھی ہے اور گھر کے دوسرے کام بھی کرتا ہے، جارج ڈرائیور تھا اور اس کے ذمے بازار سے سودا سلف لانا بھی تھا۔

"سابو بابا کیا حال ہے۔" محمود نے باورچی خانے میں داخل ہوتے ہی کہا۔

"شکر ہے خدا کا..... ارے یہ آپ لوگ ہیں۔"

"ہاں، بابا، ہماری بہن کو ابھی تک ہوش نہیں آیا، ذہن پریشان تھے، سو ٹہلتے ہوئے ادھر نکل آئے۔" محمود نے کہا۔ فاروق ابھی تک حیران تھا کہ محمود ادھر کیوں آیا ہے۔

"فکر نہ کرو بیٹا وہ ٹھیک ہو جائے گی۔"

"ارے ہاں بابا، یہ ہما کو کیا ہو گیا، بہت کمزور نظر آ رہی ہے، رنگ زرد پڑ گیا ہے، کیا آج کل وہ کھانا بہت کم کھا رہی ہے۔"

"کم کھانا..... ارے بیٹا کیا بات کرتے ہو، آج کل تو اس کی بھوک بہت بڑھ گئی ہے، اب تو وہ دو آدمیوں کے برابر کھانے لگی ہے.. اس سے کی بات یہ کہ کھانا بھی اپنے کمرے میں لے جا کر کھاتی ہے، جب کہ پہلے سب کے ساتھ ہی کھاتی تھی، صاحب نے کئی بار اس سے پوچھا بھی کہ یہ کیا بات ہے وہ اب کھانا اپنے کمرے میں کیوں کھاتی ہے تو اس نے جواب میں ہر بار یہی کہا کہ آج کل اسے بھوک بے تحاشہ لگنے

لگی ہے، ایسا نہ ہو کہ اسے کھاتے دیکھ کر کسی کی نظر لگ جائے۔ صاحب، اس کی بات پر بہت ہنسے... بہر حال چند دنوں سے وہ کھانا بہت زیادہ کھانے لگی ہے۔'' سابو نے تفصیل سے جواب دیا۔

''بہت خوب، پھر تو اسے بہت صحت مند نظر آنا چاہیے، وہ ہر وقت اپنے کمرے میں بھی تو گھسی رہتی ہے۔'' محمود نے کہا۔

''یہ ہر وقت کمرے میں گھسا رہنے کی عادت بھی اسے چند دنوں سے ہی ہوئی ہے، پہلے تو وہ زیادہ تر باغ میں بیٹھنا پسند کرتی تھی۔''

''اوہو اچھا... کمال ہے، اچھا بابا ہم چلتے ہیں، ذرا اپنی بہن کی خبر بھی لینی ہے۔''

وہ باہر نکل آئے۔ ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر محمود نے سرگوشی میں پوچھا:

''کیوں..... کیا خیال ہے؟''

''حیرت انگیز۔'' فاروق کے منہ سے نکلا۔

''حیرت انگیز... کیا مطلب... کیا اپنے خیال کے بارے میں کہہ رہے ہو کہ حیرت انگیز ہے۔'' محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

''نہیں! میرا مطلب ہے، وہ حیرت انگیز لڑکی ہے، یکایک دوگنا کھانے لگ گئی اور باغ میں بیٹھنا بھی چھوڑ دیا، سب کے ساتھ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا ان باتوں سے تو یہی ظاہر ہے کہ وہ حیرت انگیز لڑکی ہے۔'' فاروق نے کہا۔

''واہ.... واہ..... کیا کہنے ہیں تمہارے خیال کے، شاید عقل پر تو پتھر ہی پڑ گئے ہیں۔''

''ابھی تک اس کوٹھی میں کوئی پتھر نظر تو آیا نہیں۔''

''دھت تیرے کی، سوال گندم جواب چنا۔'' محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

''اب مجھے کیا معلوم تھا کہ تم گندم کے بارے میں پوچھ رہے ہو، اس کے بارے میں تو میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا ملک اب تک گندم میں خود کفیل نہیں ہو سکا جب کہ ہر بار یہی سننے میں آیا ہے کہ اب ہمارا ملک گندم کی پیداوار کے سلسلے میں خود کفیل ہو گیا ہے۔''

''چھوڑو بھئی، یہ سیاسی باتیں ہیں، اور ہم ان چکروں میں نہیں پڑتے.... میں یہ کہہ رہا تھا کہ باورچی سابو بابا کی باتوں سے تم نے کیا اندازہ لگایا ہے۔''

''کوئی ایک اندازہ.... ارے بھائی میں نے تو بہت بڑے بڑے اندازے لگائے ہیں، اتنے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے، اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔'' فاروق نے اکڑ کر کہا۔

''ہوں.... ذرا سنوں تو سہی، وہ اندازے کیا ہیں۔''

''تو پہلے تم کیوں نہیں بتا دیتے کہ تم نے کیا اندازہ لگایا ہے۔''

''آؤ..... کمرے میں چل کر باتیں کریں گے، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ آنکھیں ہر وقت ہمیں دیکھ رہی ہوں اور یہ احساس مجھے اسی وقت سے ہونے لگا ہے جب سے میں اس کوٹھی میں داخل ہوا ہوں۔''

''تمہارا مطلب ہے بچ بچ کی آنکھیں.....'' فاروق نے چونک کر کہا۔

''بچ بچ کی..... ہاں! تم انہیں بچ بچ کی آنکھوں کا نام بھی دے سکتے ہو۔'' محمود نے مسکرا کر کہا۔

''کک..... کیا تم نے ان آنکھوں کو دیکھا ہے۔''

''نہیں تو..... لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کوٹھی کے ہر دروازے

اور ہر دیوار سے ہمیں وہ آنکھیں تک رہی ہیں، ہماری نگرانی کر رہی ہیں۔"

"کمال ہے، حیرت ہے، تعجب ہے اور بھی نہ جانے کیا کچھ ہے کہ مجھے ایسی کوئی بات محسوس نہیں ہوئی۔"

"تمہاری چھٹی حس شاید چھٹی پر ہے۔" محمود نے طنزیہ کہا۔

"ہاں! پچھلے ہفتے دو دن کی چھٹی لے کر گئی تھی، کم بخت اب تک نہیں لوٹ کر آئی، تم نے اپنی چھٹی حس ادھار دے دو، ادھار نہیں دیتے تو کرائے پر دے دو۔" فاروق شوخ انداز میں مسکرایا۔

"باتوں میں تم سے جیتنا میرے بس کا روگ نہیں، یہ بات میں تسلیم کرتا ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے، آج تم نے اپنی ہار کا اقرار کر ہی لیا، بہت دنوں سے میں اسی کوشش میں تھا۔" فاروق نے کہا۔

اس وقت وہ صدر دروازے کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے دیکھا، سابو یا جارج دروازے کی طرف آتے نظر نہیں آئے، چنانچہ محمود خود ہی دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھا۔ انہوں نے دیکھا... ان کے سامنے ایک لمبے قد کا خوش مزاج سا آدمی کھڑا تھا۔

☆☆☆

زہر کا شکار

"اوہو! یہ بابر جمال کیسے آ گئے، اچھا تم انسپکٹر صاحب کو میرے کمرے میں لے چلو، میں ان میں سے مل کر آتا ہوں۔" ناصر اقبال نے ملازم سے کہا۔

"نہیں! میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا، آپ مجھے اپنی حفاظت کے لیے ساتھ لائے ہیں، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ڈرائنگ روم میں اس وقت آپ کا دشمن موجود ہو۔" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"آپ کا اشارہ بابر جمال کی طرف ہے، لیکن وہ تو میرے دوست ہیں۔"

"میرا اشارہ کسی کی طرف بھی نہیں اور میرا اشارہ بھی کی طرف ہے، آپ کا دشمن کوئی بھی شخص ہو سکتا ہے، ظاہر ہے کہ آپ تو اسے جانتے ہی نہیں، نہ ہی کوئی اندازہ لگا سکتے ہیں۔"

"بہت بہتر! تو پھر آپ میرے ساتھ ہی چلیے۔" اس نے کہا۔

دونوں ڈرائنگ روم کی طرف بڑھے۔ کوٹھی بہت عالیشان تھی اور اس کے فرش نہایت چمک دار تھے۔ چکنے فرش والے برآمدے میں چلتے ہوئے ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچے۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا بابر جمال قدموں کی آہٹ سن کر چونک اٹھا۔ اور پھر کھڑا ہو گیا۔ انسپکٹر جمشید نے دیکھا۔ یہ ایک شریف صورت اور معصوم سے چہرے والا آدمی تھا۔ اس نے چند قدم آگے بڑھ کر انسپکٹر جمشید سے ہاتھ

ملایا اور بولا:

"مجھے امید تھی کہ آئی جی صاحب آپ کو ہی ان کے ساتھ بھیجیں گے... میں تمہارے لیے بہت فکر مند تھا، لیکن اب میرا سارا فکر دور ہو گیا ہے۔ انسپکٹر جمشید سے بہتر آدمی تمہاری حفاظت کے لیے کوئی ہو ہی نہیں سکتا، یہی سوچ کر آیا تھا کہ کہیں تم گھبرا نہ رہے ہو، لیکن اب میری یہاں کوئی ضرورت نہیں، اب مجھے واپس چلنا چاہیے۔"

"ارے ارے! ابھی بھی کیا جلدی، کچھ دیر تو ٹھہرو۔" ناصر اقبال نے کہا۔

"بالکل جناب! آپ کو کچھ دیر ضرور رکنا پڑے گا، میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ جانتے تھے کہ آئی جی صاحب ناصر صاحب کی حفاظت کی ذمے داری مجھے ہی سونپیں گے۔"

"جی نہیں! مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی، میں نے تو انہیں شیخ صاحب کے پاس جانے کا مشورہ صرف اس لیے دیا تھا کہ وہ میرے دوست ہیں اور مجھے اطمینان تھا کہ وہ کوئی معقول انتظام کر دیں گے، لیکن یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ آپ کو ان کے ساتھ بھیج دیں گے، لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے مجھ سے یہ سوال کیوں پوچھا؟"

"بس یونہی، اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اسی وقت ملازم ان کے لیے چائے لے آیا۔ انسپکٹر جمشید نے ملازم پر ایک گہری نظر ڈالی۔ وہ چائے بنا کر واپس جانے لگا تو وہ اچانک بولے:

"ٹھہرو!" ان کی آواز سن کر ملازم چونک کر مڑا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"جی.... سردار خان۔" اس نے کہا۔

"اس گھر میں کب سے ملازم ہو؟" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ناصر اقبال اور بابر جمال انہیں حیران ہو کر دیکھنے لگے۔

"تقریباً دو سال ہو گئے ہیں جناب!" اس نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے، تم جاؤ۔" انہوں نے اچانک نرم آواز میں کہا اور ملازم اس طرح کمرے سے نکلا جیسے کوئی جان بچنے پر بھاگ نکلتا ہے۔

"آپ نے تو اسے ڈرا ہی دیا۔" ناصر اقبال نے کہا۔

"نہیں! میں نے اسے ڈرایا نہیں، میرا طریقہ کچھ اسی قسم کا ہے، اچھا یہ بتائیے، گھر میں اور کتنے افراد رہتے ہیں؟"

"میری بیوی اور اس ملازم کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں، بس ہم تین افراد رہتے ہیں یہاں۔"

"کیا آپ کے بچے نہیں ہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"بس ایک بیٹا ہے، وہ بیرون ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے گیا ہے۔"

"بہت خوب! اب میں آپ کی پوری کوٹھی دیکھنا چاہتا ہوں، آپ جمال صاحب کے پاس بیٹھیں، میں ملازم کو ساتھ لے کر چکر لگا لیتا ہوں۔"

"لیکن ابھی ابھی تو آپ مجھے تنہا چھوڑنے پر تیار نہیں تھے۔"

"اب آپ بابر جمال کے ساتھ ہیں.... میں ان سے مل چکا ہوں۔ ان پر آپ ہر طرح بھروسہ کر سکتے ہیں۔" یہ کہتے ہی انسپکٹر جمشید اٹھے اور تیزی سے باہر نکل گئے۔ اندازے سے چلتے ہوئے وہ ایک موڑ مڑے، ان کا ارادہ سیدھا اوپر کی طرف جانے کا تھا، لیکن پھر انہوں نے خود کو بڑی مشکل سے بچایا ورنہ برآمدے کے دوسری طرف سے آنے والی عورت سے ان کی زبردست ٹکر ہو گئی تھی۔ عورت کے منہ سے تو چیخ ہی نکل گئی۔ یہ ایک نوجوان اور خوبصورت عورت تھی۔

"آپ کون ہیں اور اندر کس طرح گھس آئے۔" اس نے تقریباً چلا کر کہا۔

"میں انسپکٹر جمشید ہوں، آپ کے شوہر کے ساتھ اندر آیا ہوں، وہ ڈرائنگ روم میں اپنے دوست کے ساتھ بیٹھے ہیں، اور میں پوری کوٹھی کی تلاشی لینے کے لیے وہاں سے چلا آیا ہوں، آپ کو معلوم ہی ہوگا، کوئی شخص آپ کے شوہر کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

"ہاں! میں جانتی ہوں اور جب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے، میری تو جان ہی نکلی جا رہی ہے، مجھے افسوس ہے کہ آپ سے سخت لہجے میں بات کر بیٹھی۔"

"اس میں آپ کا کیا قصور، یہ آپ کا ملازم کیسا آدمی ہے۔"

"بہت اچھا آدمی ہے، محنتی ہے، کھانے بڑے مزے کے پکاتا ہے۔"

"آپ اسے میرے ساتھ کر دیں، تاکہ میں پوری کوٹھی کا جائزہ لے سکوں۔" انہوں نے کہا۔

"آپ کیا تلاش کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کسی دشمن نے کوٹھی کے اندر آپ کے شوہر کو ہلاک کرنے کا سامان نہ کر رکھا ہو۔"

"تو پھر آیئے... آپ کو ساری کوٹھی میں دکھا دیتی ہوں۔"

"یہ اور بھی اچھی بات ہے، آپ تو ایسی چیزیں بھی دکھا سکتی ہیں۔ جو ملازم نہیں دکھا۔ مثلاً بند الماریاں، تجوری اور کئی دوسری چیزیں۔"

"تو پھر آیئے، سب سے پہلے آپ کون سا کمرہ دیکھنا پسند کریں گے۔" بیگم ناصر نے کہا۔

"ناصر اقبال صاحب کا کمرہ۔"

وہ ایک بہترین طرز پر سجے ہوئے کمرے میں آئے۔ انسپکٹر جمشید کمرے

کی ایک ایک چیز کو دیکھنے لگے، لیکن کہیں بھی ناصر اقبال کی موت کا سامان نظر نہ آیا۔

"ناصر صاحب رات کو نیند آور گولیاں تو نہیں کھاتے۔"

"جی نہیں! انہیں تو بہت گہری نیند آتی ہے۔" بیگم ناصر نے فوراً کہا۔

"آپ کے خیال میں آپ کے شوہر کو کون قتل کرنا چاہتا ہے۔"

"جی بھلا میں کیا کہہ سکتی ہوں، اگر مجھے معلوم ہوتا تو اسے گرفتار نہ کرا دیتی۔"

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔" باتیں کرتے ہوئے وہ کمرے کو بھی بغور دیکھ رہے تھے۔ اچانک دیوار میں انہیں ایک جگہ ایک چمکدار دھبہ سا نظر آیا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر دیکھا، یہ دھبہ انگلی کے نشان جیسا تھا۔ غیر ارادی طور پر انہوں نے اس جگہ انگلی رکھ دی... دوسرے لمحے وہ زور سے اچھلے۔ انہوں نے انگلی فوراً دوسرے ہاتھ سے دبالی۔ یہاں تک کہ خون نکل آیا۔ پھر بولے:

"بیگم ناصر... فوراً ڈاکٹر کو فون کیجئے، انہیں کہہ دیں، ایک آدمی کو زہر دیا گیا ہے۔" ان کا رنگ نیلا پڑتا جا رہا تھا۔

☆☆

چند لمحے تک وہ لمبے آدمی کو اور لمبا آدمی انہیں گھورتا رہا، آخر اس نے کہا:

"آپ لوگ کون ہیں اور میرے گھر میں کیا کر رہے ہیں۔"

"اوہو تو آپ بخاری صاحب ہیں، معاف کیجئے گا، پہلی مرتبہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اس لیے... دراصل ہماری بہن ہما کی کلاس فیلو ہے۔"

"اوہ اچھا تو یہ بات ہے تم لوگ ہما سے ملنے آئے ہو۔" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"جی نہیں، بات دراصل یہ ہے، ہماری بہن فرزانہ ضرور ان سے ملنے آئی

تھی، یہاں آتے ہی وہ اچانک بیمار ہو گئی .... اس لیے ہمیں یہاں آنا پڑا، ڈاکٹر صاحب نے فرزانہ کو ملنے جلنے سے منع کر دیا ہے، اس لیے ایک آدھ دن کے لیے ہمیں یہاں رکنا پڑ گیا ہے، امید ہے، آپ محسوس نہیں کریں گے۔" محمود نے کہا۔

"ارے بیٹے اس میں محسوس کرنے کی کیا ضرورت ہے.... میرے لیے ہما کے دوستوں سے بڑھ کر عزیز کون ہوگا.... چلو میں بھی تمہاری بہن کو ایک نظر دیکھ لوں۔"

وہ ان کے ساتھ چل پڑے، اسی وقت ہما بھی اپنے کمرے سے نکل آئی۔ اس نے گھنٹی کی آواز سن لی تھی۔

"اوہو، ڈیڈی آپ ان لوگوں سے مل چکے؟"

"ہاں بیٹے! اور ان سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"لیکن ابھی شاید انہوں نے یہ بتایا کہ یہ کن کے بیٹے ہیں۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوگا تو شاید آپ کو اور بھی خوش ہو۔" ہما نے مسکراتے ہوئے کہا، لیکن محمود اور فاروق نے اس کی مسکراہٹ میں پھیکا پن صاف محسوس کیا۔

"کن کے بیٹے ہیں، ذرا سنوں تو!" بخاری صاحب بولے۔

"انسپکٹر جمشید کے۔"

"کیا!!!" جاوید اشرف بخاری زور سے چلا اٹھے۔ ان کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ الجھن بھی ناچنے لگی۔

"جی ہاں! میں نے کہا تھا کہ آپ کو اور زیادہ خوشی ہوگی۔"

"ہوں! واقعی، میں آج تک انسپکٹر جمشید سے نہیں ملا، ویسے ان سے ملاقات کا شوق ضرور ہے۔" بخاری صاحب اپنی حیرت پر قابو پانے کے بعد مسکراتے ہوئے بولے:

"ان کا ادھر آنے کا پروگرام تو تھا، آئی جی صاحب کے ایک دوست ناصر اقبال پریشانی میں مبتلا ہو گئے ہیں، کوئی انہیں جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے، لہٰذا انہیں وہاں جانا پڑ گیا ہے۔"

"اوہو.... یہ تم کیا کہہ رہے ہو، ناصر اقبال کو کوئی شخص جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے۔" جاوید اشرف کے لہجے میں بلا کی حیرت شامل ہو گئی۔ آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"جی.... میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں، ہمارے ابا جان نے ابھی تھوڑی دیر پہلے فون پر یہ بات بتائی ہے۔"

"اوہ...." محمود اور فاروق نے جاوید اشرف کی حالت بدلتے صاف دیکھی۔ ہما بھی ان کی حالت کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

"کیا بات ہے ڈیڈی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"ہاں! میں ٹھیک ہوں بیٹی.... ناصر اقبال دراصل میرے بھی گہرے دوست ہیں، وہ یہاں آتے جاتے رہتے ہیں، شاید تم نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔"

"جی نہیں، ابھی تک تو اتفاق نہیں ہوا۔" ہما بولی۔

"ذرا ٹھہرو! پہلے میں اس سے معلوم کر لوں کہ معاملہ کیا ہے، کیا واقعی کوئی اس کا دشمن بنا ہوا ہے۔" یہ کہہ کر وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگے، وہ کئی منٹ تک کوشش کرتے رہے اور آخر تھک کر بولے۔

"ناصر اقبال کا فون مصروف ہے، خیر تھوڑی دیر بعد فون کر لوں گا، آؤ پہلے فرزانہ بیٹی کو دیکھ لیں۔"

وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ فرزانہ اس وقت آنکھیں کھولے چھت کو تک رہی تھی، قدموں کی آہٹ سن کر بھی اس نے آنکھیں بند نہیں کیں۔ محمود اور فاروق پہلے

تو ٹھٹکے، پھر تیزی سے آگے بڑھے۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہیں ہوش آ گیا ہے۔"

"کسے ہوش آ گیا ہے؟" فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تمہیں اور کسے، تم بے ہوش ہو گئی تھیں۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"تم الو ہو، بے ہوش میں نہیں، تم ہوئے ہو گے۔"

"اف اللہ! یہ... اسے کیا ہو گیا۔" محمود نے کپکپائی آواز میں کہا۔

"ٹھہرو.... میں دوبارہ ڈاکٹر صاحب کو بلاتا ہوں..." جاوید اشرف نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گئے۔ ہما نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ ان کے باہر جاتے ہی فاروق نے سرگوشی میں کہا:

"ہوں! تو میں الو ہوں۔"

"چپ رہو، یہاں زیادہ دیر ٹھہرنے کے لیے میری بیماری کا لمبا ہونا ضروری ہے، میں برآمدے میں ہونے والی تمہاری گفتگو سن چکی ہوں اور مجھے معاملہ کچھ زیادہ ہی گول مول نظر آتا ہے... اس وقت مجھ سے کوئی بات نہ کرو، رات کو ہم آپس میں کھل کر گفتگو کریں گے۔"

"تو اس وقت تم بند ہو کر گفتگو کر رہی ہو۔" فاروق نے جل کر کہا اور محمود مسکرانے لگا۔

"کاش ابا جان بھی یہاں آ جاتے... ایک ہما ہی کم تھی کہ ناصر اقبال کا بھی اس گھر سے تعلق نکل آیا اور ادھر کوئی شخص ناصر اقبال کو قتل کرنے پر تلا ہوا ہے، آخر وہ کون ہے، کہیں وہ جاوید اشرف صاحب ہی نہ ہوں۔"

"بھلا وہ کیوں ہونے لگے، انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" محمود بولا۔

"تب پھر وہ ناصر اقبال کے ذکر پر گھبرا کیوں گئے تھے۔" فاروق نے بھی فوراً کہا۔

"اس لیے کہ انہوں نے سنا تھا، ان کے دوست کی کوئی جان لینا چاہتا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں، یہاں بڑبڑ نہ کرو، کسی کو ہم پر شک ہو گیا تو سارا پروگرام دھرا کا دھرا رہ جائے گا اور بے عزتی الگ ہو گی۔"

"خود تو لمبے چوڑے جملے بولے جا رہی ہو اور ہمیں کہتی ہو بڑبڑ نہ کرو، ہم اگر مینڈک ہیں تو تم شاید شہد کی مکھی ہو گی جو بھنبھناتی رہتی ہے۔"

"توبہ تو تم دونوں سے... ارے ہاہا... بخاری صاحب آ جائیں گے۔"

"اب وہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ہی آ سکیں گے۔"

"تم ضرور کام خراب کرو گے۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"کاموں کو اچھا کرنے کا ٹھیکہ تم نے جو لے رکھا ہے۔" فاروق نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"اچھا تو پھر مچاؤ شور۔" فرزانہ نے منہ بنا لیا۔

"ہمیں پاگل کتے نے نہیں کاٹا کہ شور مچائیں اور وہ بھی دوسرے کے گھر، نہ ہی ہمارا دماغ چل نکلا ہے۔" فاروق بھلا کہاں رکنے والا تھا۔

اسی وقت انہوں نے قدموں کی آہٹ سنی۔ تینوں خاموش ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا، جاوید اشرف بخاری کی رنگت اڑی ہوئی تھی چہرے پر فکر اور پریشانی کی لکیریں صاف نظر آ رہی تھیں۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کی حیرت کا کیا پوچھنا، کیونکہ بخاری صاحب تو ڈاکٹر صاحب کو فون کرنے گئے تھے۔

☆☆☆

موت کا نشان

بیگم ناصران کے الفاظ سن کر حیران رہ گئی۔ ابھی ابھی تو انسپکٹر جمشید بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ یہ یکا یک بھلا انہیں زہر کس طرح دے دیا گیا، جب کہ یہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی بھی موجود نہیں۔ تاہم انہوں نے فوری طور پر ڈاکٹر کے نمبر ڈائل کیے اور انسپکٹر جمشید کے الفاظ دہرا دیے۔ ریسیور رکھ کر وہ انسپکٹر جمشید کی طرف مڑیں۔ ان پر کپکپی طاری ہو گئی۔ انسپکٹر جمشید کی حالت بدلتی جا رہی تھی۔ اچانک وہ لکڑی کے کسی تختے کی طرح فرش پر دھڑام سے گرے۔ بیگم ناصر اقبال کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ پھر وہ خوف زدہ انداز میں چیختی چلاتی کمرے سے باہر کی طرف دوڑیں۔ ان کی چیخوں کی آواز سن کر..... ملازم اور ڈرائنگ روم سے ناصر اقبال اور بابر جمال دوڑے آئے۔

"کیا ہوا بیگم خیر تو ہے۔"

"وہ..... وہ..... انسپکٹر جمشید۔" ان کے منہ سے بمشکل نکلا۔ ساتھ ہی انہوں نے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"انسپکٹر جمشید، کیا ہوا انہیں۔" ناصر اقبال یہ کہتے ہوئے کمرے کی طرف دوڑے، باقیوں نے ان کا ساتھ دیا۔

"انہوں نے دیکھا، انسپکٹر جمشید فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے، انہیں دیکھ کر انہوں نے بمشکل کہا:

"مم مجھے گھی پلایا جائے..... میں قے کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے زہر دیا گیا ہے۔"

وہ گھی لینے دوڑے، لیکن گھی سے پہلے ڈاکٹر صاحب آ گئے۔ شاید وہ کہیں نزدیک ہی رہتے تھے۔ انہوں نے آتے ہی انسپکٹر جمشید کے جسم پر ہاتھ رکھ کر دیکھا، جلدی ٹھنڈی ہو گئی تھی، رنگ نیلا پڑ گیا تھا، انہوں نے فوراً انہیں دو انجکشن دیے۔

انسپکٹر جمشید نے اپنی انگلی آگے کرتے ہوئے کہا:

"زہر..... اس..... اس انگلی کے....." اور ان کی آواز بند ہو گئی۔ وہ بے ہوش ہو گئے تھے، ڈاکٹر صاحب نے انہیں قالین پر ہی سیدھا لٹا دیا اور اس انگلی کو غور سے دیکھا، اس کے سرے پر سوئی چبھنے کا نشان موجود تھا۔ انہوں نے فوراً نشتر سے انگلی پر ضرب کا نشان لگایا اور انگلی سے خون نکالنے لگے۔

"زہر بہت تیز تھا، لیکن یہ شخص شاید بہت زبردست قوت ارادی کا مالک ہے۔" ڈاکٹر بولے۔

"آپ کو نہیں معلوم..... یہ انسپکٹر جمشید ہیں۔"

"اوہو۔" ڈاکٹر صاحب کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

ڈاکٹر کی آدھ گھنٹے کی کوشش کے بعد انسپکٹر جمشید نے دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ اس دوران ناصر اقبال آئی جی صاحب کو یہ اطلاع دے چکے تھے۔ عین اسی وقت گھنٹی بجی۔ آنے والے آئی جی صاحب اور ڈی آئی جی صاحب تھے۔ انسپکٹر جمشید انہیں دیکھ کر اداس انداز میں مسکرائے:

"ناصر اقبال کی جان بچانے کے لیے آیا تھا اور خود شکار ہو گیا۔"

"لیکن یہ ہوا کیسے..... کیا تم نے یہاں کوئی چیز کھائی تھی۔" آئی جی صاحب کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"جی نہیں! میں ابھی آپ کو تفصیل سے بتاتا ہوں، پہلے ذرا اکرام کو فون

کرلوں اور بیگم کو بھی۔"

"آپ کو ابھی ہلنا جلنا نہیں چاہیے۔" ڈاکٹر بولا۔

"کیا کیا جائے، ہلے جلے بغیر کام بھی تو نہیں چلتا۔"

فون کرنے کے بعد وہ آئی جی صاحبان کی طرف مڑتے ہوئے کہنے لگے:

"میرے یہاں آنے سے پہلے ہی ناصر اقبال صاحب کی ہلاکت کا سامان کرلیا گیا تھا..... یہ سامان کب کیا گیا، کس نے کیا، یہ مجھے معلوم کرنا ہے، ناصر اقبال صاحب کے گھر میں ان کی بیوی اور ایک ملازم کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا، ان کے دوست بابر جمال کا بھی ان کے گھر آنا جانا ہے۔"

"آپ کا یہ کہنے سے کیا مطلب..... کیا آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں۔"

بابر جمال نے چونک کر کہا۔ وہ ابھی تک یہیں موجود تھے۔

"جی نہیں! مجھے آپ پر بالکل کوئی شک نہیں، آپ شیخ صاحب کے دوست ہیں اور شیخ صاحب کے دوستوں پر شک کرنا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ بیگم ناصر یا ملازم ہمیں یہ بات بتا سکتے ہیں کہ گھر میں کسی بھی کام سے کوئی شخص اندر آیا تھا یا نہیں..... آج یا کل کسی وقت اگر کوئی آیا تھا تو پھر موت کا جال وہی یہاں پھیلا گیا ہوگا۔"

"بجلی کے تاروں میں کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی..... انہیں ٹھیک کرنے کے لیے ایک بجلی کی مرمت والے کو فون کیا گیا تھا، وہ آج صبح آیا تھا اور اپنا کام کر کے چلا گیا۔" ملازم نے بتایا۔

"بہت خوب! اب تو یہ عین ممکن ہے کہ بجلی کی مرمت کرنے والے کے بھیس میں مجرم آ گیا ہو، کیوں کہ بجلی کا تھوڑا بہت کام تو عام لوگ بھی کر لیتے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ اس نے یہاں ایسا کیا کام کیا تھا۔" ڈی آئی جی بولے۔

"میں آپ لوگوں سے ایک تجربہ کرنے کی درخواست کرتا ہوں، مہربانی

فرما کر سب لوگ کمرے سے نکل کر باری باری اندر داخل ہوں اور کمرے کی ہر چیز کو بغور دیکھیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" بابر جمال بڑبڑائے۔

"آخر آپ کرنا کیا چاہتے ہیں۔" ناصر اقبال نے بھی پریشان ہو کر کہا۔

"ایک تجربہ! میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ مجرم کی چال کا شکار ہونے والے تھے یا نہیں۔"

"بہت خوب! ہم یہ تجربہ ضرور کریں گے۔" آئی جی بولے۔ ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب کو رخصت کر دیا گیا۔

پھر سب کمرے سے نکل گئے۔ سب سے پہلے آئی جی صاحب اندر داخل ہوئے، انہوں نے پورے کمرے کو بغور دیکھا، لیکن انہیں کوئی عجیب چیز نظر نہ آئی۔

"بھئی جمشید! مجھے تو یہاں کوئی عجیب و غریب چیز نظر نہیں آئی:

"میرا بھی یہی خیال تھا۔ آپ تشریف رکھیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔ ان کے بعد ڈی آئی جی صاحب آئے، کمرے کی ہر چیز کو غور سے دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بیٹھ گئے۔ اب بابر جمال اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے بھی تمام چیزوں کو غور سے دیکھا اور مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ ان کے بعد ملازم کی باری آئی، اس نے بھی یہی کیا، لیکن کوئی عجیب بات محسوس نہ کر سکا، پھر بیگم ناصر آئیں۔ انہوں نے تمام چیزوں کو دیکھا، لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکیں۔ آخر میں ناصر اقبال اندر داخل ہوئے۔ یہ انہی کا کمرہ تھا۔ انہوں نے بھی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھا اور پھر بے ساختہ چونک اٹھے۔ پھر ان کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا!

"ارے! یہ کیا؟" ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ تیزی سے اس نشان کی طرف بڑھے جسے دیکھ کر انسپکٹر جمشید چونک گئے تھے اور پھر اس پر انہوں نے انگلی رکھ دی

تھی۔ اس نشان پر انگلی رکھنے کے فوراً بعد ہی انہوں نے چیخ کر یہ کہا تھا کہ انہیں زہر دیا گیا ہے۔ اب ناصر اقبال بھی اسی نشان پر انگلی رکھنے جا رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ ان کی انگلی اس نشان پر پہنچ جاتی، انسپکٹر جمشید چلا اٹھے:

"خبردار! اس نشان کو ہاتھ نہ لگائیے گا، یہ موت کا نشان ہے۔" ناصر اقبال ٹھٹک کر رک گئے، ان کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہو گئے۔ کمرے میں موجود دوسرے تمام لوگ انسپکٹر جمشید کا جملہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور ابھی ان میں سے کوئی کچھ کہہ نہیں پایا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

☆☆

"خیر تو ہے بخاری صاحب! آپ تو ڈاکٹر کو فون کرنے گئے تھے۔" محمود نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"ہاں! ڈاکٹر صاحب ایک شخص ناصر اقبال کی کوٹھی تک گئے ہیں، ان کے اسسٹنٹ نے بتایا ہے کہ ناصر اقبال کی کوٹھی میں کسی کو زہر دے دیا گیا ہے۔"

"ناصر اقبال۔" محمود اور فاروق کے منہ سے ایک ساتھ بوکھلاہٹ کے عالم میں نکلا۔ انہیں معلوم ہی تھا کہ ان کے والد اس کی جان بچانے کے سلسلے میں اس کی کوٹھی گئے تھے اور اب اس کوٹھی میں کسی کو زہر دیے کی خبر ملی تھی، پہلا خیال انہیں یہی آیا کہ ناصر اقبال کو زہر دے دیا گیا ہے۔ وہ فوراً فون کی طرف دوڑ پڑے۔

"ارے بھئی تم دونوں کو کیا ہوا؟" بخاری صاحب کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا، لیکن انہوں نے تو جیسے سنا ہی نہیں۔ فون کے پاس پہنچ کر ہی دم لیا۔ انسپکٹر جمشید انہیں ناصر اقبال کے نمبر لکھوا چکے تھے۔ محمود نے فوراً نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے ایک آواز نے کہا:

"یہ ناصر اقبال صاحب کی کوٹھی ہے، آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

"یہاں میرے والد انسپکٹر جمشید بھی موجود ہیں، میں انہیں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بہت بہتر!" دوسری طرف سے کہا گیا، پھر جلد ہی انسپکٹر جمشید کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"محمود..... کیا اس طرف تم ہو۔"

"جی ہاں! ہم نے ابھی ابھی ایک خبر سنی ہے اور وہ یہ کہ اس کوٹھی میں کسی کو زہر دے دیا گیا ہے، کیا یہ خبر ٹھیک ہے ابا جان؟"

"ہاں! بالکل ٹھیک ہے اور مجھے حیرت ہے کہ تمہیں اس قدر جلد یہ خبر کیسے مل گئی۔" انہوں نے جواب دیا۔

"جاوید اشرف بخاری کے ڈاکٹر اور ناصر اقبال صاحب کے ڈاکٹر شاید ایک ہی ہیں۔ بخاری صاحب کے فرزانہ کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کے فون کیا تو ادھر سے پتا چلا کہ وہ ناصر صاحب کی کوٹھی گئے ہیں اور یہ کہ وہاں کسی کو زہر دے دیا گیا ہے، چنانچہ ہم نے یہی جاننے کے لیے فون کیا ہے، زہر کسے دیا گیا ہے ابا جان..... میرا خیال ہے، مجرم کا نشانہ ناصر اقبال ہی ہو گا۔" محمود کہتا چلا گیا۔

"مجرم نے نشانہ تو ناصر اقبال کا ہی لے رکھا تھا، لیکن اس کی زد پر کچھ کوئی اور۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"زد پر کون آ گیا..... اور یہ آپ کی آواز کو کیا ہو گیا..... آواز سے صاف درپے کمزوری کا اظہار ہو رہا ہے۔" محمود نے فکر مند لہجے میں کہا۔

"ہاں تمہارا خیال ٹھیک ہے، مجرم کی زد پر اصل میں میں ہی آ گیا تھا۔"

"کیا!!" محمود چلا اٹھا۔ فاروق بھی بوکھلا گیا، وہ بھی کان ریسیور کے قریب کیے کھڑا تھا۔

"اف خدا... تو کیا زہر آپ استعمال کر گئے ہیں۔"

"ہاں! یہی سمجھ لو، لیکن تم فکر نہ کرو، میں اب بالکل ٹھیک ہوں، دراصل مجھے فوراً ہی احساس ہو گیا تھا کہ معاملہ زہر کا ہے، اس لیے میں نے فوری طور پر حفاظتی اقدام کر لیے، ادھر ڈاکٹر صاحب بھی عین وقت پر پہنچ گئے۔ ورنہ اس وقت میں تم سے باتیں نہ کر رہا ہوتا۔"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔ پھر محمود نے کہا۔

"تو پھر ہم آپ کے پاس پہنچ رہے ہیں۔"

"نہیں! تمہارا وہاں ٹھہرنا زیادہ ضروری ہے، نہ جانے بخاری کے ساتھ کیا چکر چل رہا ہے، یہ معلوم کرنا بہت ہی ضروری ہے۔" انہوں نے کہا۔

"لیکن ابا جان! آپ کی زندگی بھی تو خطرے میں ہے۔" محمود نے فکر مند ہو کر کہا۔

"تم میری فکر نہ کرو، میں اب بالکل ٹھیک ہوں اور پھر مجرم مجھے نہیں ناصر اقبال کو ہلاک کرنا چاہتا تھا لہٰذا مجھے بھلا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔"

"لیکن ابا جان! کیا ہم تھوڑی دیر کے لیے بھی نہیں آ سکتے۔"

"نہیں!" انسپکٹر جمشید کا لہجہ بہت سخت تھا۔

دونوں ساکت رہ گئے، اسی وقت انسپکٹر جمشید نے ریسیور رکھ دیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"اب کیا کریں؟" فاروق بولا۔

"ابا جان کو دیکھے بغیر میرا دل نہیں مانے گا۔" محمود نے کہا۔

"میرا حال بھی یہی ہے، تو پھر کیوں نہ ہم چند لمحوں کے لیے وہاں ہو آئیں۔" فاروق نے تجویز پیش کی۔

"لیکن ابا جان سختی سے منع کر چکے ہیں۔"

"تب پھر... کیا کریں۔"

"ہم میں سے ایک کیوں نہ چلا جائے، دوسرا یہیں ٹھہرے، وہ بھی اس لیے کہ فرزانہ عملی طور پر کوئی کام نہیں کر سکتی، اسے تو بس لیٹے رہنا ہے۔"

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ ابا جان سے کیا کہا جائے گا، وہ ہم میں سے ایک کو بھی وہاں دیکھ کر خوش نہیں ہوں گے۔" فاروق بولا۔

"تم فکر نہ کرو، میں نہایت خاموشی سے کوٹھی میں داخل ہو جاؤں گا، اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو سکے گی، اور اور بس، ابا جان کو ایک نظر دیکھ کر واپس آ جاؤں گا، کم از کم یہ اطمینان ہو جائے گا کہ ان کی طبیعت واقعی اب ٹھیک ہے۔"

"اور اگر کسی کو کانوں کان خبر ہو گئی تو؟" فاروق نے کہا۔

"ہو گئی تو بھی کیا ہے، ہم کوئی چور تھوڑا ہی ہیں۔"

"ابا جان تو ناراض ہوں گے ہی۔"

"پروا نہیں! میں انہیں دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"اچھی بات ہے، تو پھر تم چلے جاؤ۔"

دونوں فون کے پاس سے ہٹ کر واپس اپنے کمرے کی طرف مڑے۔ ادھر سے جاوید اشرف بخاری، ان کا بھائی نوید اشرف بخاری، بیگم اور بیٹی اداس پریشان صورتیں لیے چلے آ رہے تھے۔

"کیوں بھئی! یہ یکایک تمہیں کیا ہوا تھا۔" جاوید اشرف نے پوچھا۔

"تھوڑی دیر پہلے ہمارے ابا جان نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ یہاں نہیں آ سکیں گے، کیونکہ انہیں ایک ضروری کام کے سلسلے میں ناصر اقبال صاحب کے ساتھ ان کی کوٹھی جانا ہے، اب آپ کے منہ سے ہم یہ سن کر حیران رہ گئے کہ ناصر اقبال صاحب

کی کوٹھی میں کسی کو زہر دے دیا گیا ہے۔ لہذا ہمارا پریشان ہونا لازمی تھا۔ ہم نے وہاں فون کیا اور آپ کو یہ سن کر ضرور حیرت ہوگی کہ زہر ہمارے ابا جان کو ہی دیا گیا ہے۔"

"کیا!!!" جاوید اشرف بخاری چلا اٹھے۔ دوسرے بھی دھک سے رہ گئے۔

"اور اب میں ان کی حالت دیکھنے کے لیے جا رہا ہوں، فاروق فرزانہ کے پاس ہی ٹھہرے گا، ہماری وجہ سے آپ کو بہت زحمت ہو رہی ہے، ہمیں بے حد افسوس ہے۔"

"کوئی خیال نہ کریں۔ ہما کے دوستوں کا اس گھر پر اتنا ہی حق ہے جتنا کہ ہما کا۔" جاوید اشرف نے با اخلاق لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد محمود ان سے رخصت ہو رہا تھا۔ ادھر فاروق فرزانہ کے سرہانے دھرنا مار کر بیٹھ گیا۔ ایک بار پھر سب نے انہیں تنہا چھوڑ دیا!

"محمود کہاں ہے؟" فرزانہ نے کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔

"ابا جان کو ایک شخص ناصر اقبال کے گھر میں زہر دینے کی کوشش کی گئی ہے، زہر در اصل ناصر اقبال کو دیا گیا تھا، لیکن اس کی زد میں ابا جان آ گئے.... ہم نے فون پر ان سے بات کی ہے، اب وہ ٹھیک ہیں، ہم ان سے ملنے کے لیے جانا چاہتے تھے، لیکن انہوں نے اجازت نہیں دی۔" فاروق کہتا چلا گیا۔

"تب پھر محمود کہاں ہے؟"

"محمود ان کی حالت دیکھنے گیا ہے۔"

"ان کے منع کرنے کے باوجود؟" فرزانہ نے ایک دم آنکھیں کھول دیں اور اسے گھور کر دیکھا۔

"ہاں! ہم سے رہا نہیں گیا۔"

"تب یہ بات ضرور لکھ لو کہ وہ ضرور ناراض ہوں گے۔"

"لکھے بغیر بھی یہ بات مجھے یاد رہے گی۔" فاروق نے منہ بنایا۔ اور پھر بولا: "تم یہ بتاؤ کہ اب میں اکیلا یہاں کیا کروں، تم نے تو اس مرتبہ خوب کام چنا ہے۔ نہ ہلانے کی ضرورت نہ ہاتھ پیر چلانے کی، بس لیٹے لیٹے باتیں کرتے رہو، مشورے دیے جاؤ، یا پھر آنکھیں بند کر کے پھر سے بے ہوش ہو جاؤ۔"

"اگر تمہارے خیال میں یہ کام بہت آسان ہے، مزے دار اور آرام دہ ہے تو پھر میری جگہ تم آ کر لیٹ جاؤ، میں تمہارے سرہانے بیٹھ جاتی ہوں اور یہ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔"

"میں ایسا کر تو لوں، لیکن جاوید اشرف اور ان کے گھر والوں کو کیا بتاؤ گی۔" فاروق نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہی کہ میری بیماری تمہارے جسم میں سما گئی۔"

"اور ڈاکٹر صاحب یہ جھوٹ کس طرح بولیں گے۔"

"ارے ان کا کیا ہے، ان سے میں بھی ایک ملاقات کر لوں گی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"اچھا بس.... خاموش رہو، اب تمہاری زبان لیٹے لیٹے میری زبان کا مقابلہ کرنے لگی ہے، یہ بتاؤ اب کرنا کیا ہے۔"

"ہما پر سختی سے نظر رکھنی ہے، آخر وہ خوفزدہ کیوں ہے، یہ معلوم کرنا ہے کہ مجھے یہ کیوں محسوس ہو رہا ہے، اس گھر میں کوئی مجھے مسلسل گھور رہا ہے، آخر وہ کون ہے، ہم سے انہیں کیا دشمنی ہے۔"

"یہ تم محسوس کرتی ہو، میں یا محمود نہیں، لہذا ہمیں یہ معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ کون تمہیں گھور رہا ہے، ہاں میں یہ ضرور معلوم کرنے کی کوشش کروں

گا کہ ہما کس لیے پریشان ہے۔"

"اور اس سلسلے میں آج رات میں بھی تمہارا ساتھ دوں گی۔" فرزانہ نے شوخ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب بھلا تم کس طرح ساتھ دو گی، تمہیں تو اس کمرے میں لیٹے رہنا ہے، ورنہ ہمارا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔"

"ابھی رات میں کسی کو کیا پڑی ہے کہ آ کر میری مزاج پرسی کرے گا، جنہیں آنا ہوگا، رات کے کھانے کے بعد آ کر چلے جائیں گے..... جب سب لوگ سو جائیں گے تو میں ہوش میں آ جاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ تو پھر اب بے ہوش ہو جاؤ، کیونکہ میں کسی کے قدموں کی آہٹ اس کمرے کی طرف آتے سن رہا ہوں۔" فاروق نے دبی آواز میں جلدی جلدی کہا۔

"تم سے پہلے میں اس آواز کو سن چکی ہوں۔" فرزانہ نے منہ بنایا اور آنکھیں بند کر لیں۔" فاروق نے دیکھا، آنے والا نوید اشرف بخاری تھا اور اسے عجیب سی نظروں سے گھور رہا تھا۔ چند لمحے تک وہ کھڑا انہیں گھورتا رہا پھر اس کے ہونٹ ہلے:

"ابھی ابھی تم دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے..... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ یہاں کوئی چکر چلا رہے ہو، لیکن کان کھول کر سن لو، میرے ہوتے ہوئے تمہارا یہاں کوئی شکر کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

یہ کہتے ہی وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور کمرے سے نکل گیا۔ فاروق اسے جاتے ہوئے دیکھتا ہی رہ گیا۔

☆☆☆

گھاس کا سوراخ

جاوید اشرف بخاری کی کوٹھی سے نکل کر محمود نے ایک ٹیکسی پکڑی اور ناصر اقبال کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ پتا اس نے ڈائریکٹری میں دیکھ لیا تھا، کوئی پندرہ منٹ کے سفر کے بعد وہ ناصر اقبال کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا، عین اس وقت اس نے ایک دوسری ٹیکسی کو کچھ فاصلے پر رکتے دیکھا، لیکن اس میں سے کوئی سواری نہ اتری، اس نے تیزی سے مڑتے ہوئے ایک نظر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر ڈالی۔ وہاں کوئی بیٹھا تھا اور اس کی نظریں اسی پر تھیں، اسے مڑتے دیکھ کر اس نے منہ جلدی سے دوسری طرف کر لیا:

"ہوں! تو میرا تعاقب کیا گیا ہے، آخر یہ چکر کیا ہے۔" وہ بڑبڑایا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا، جلد ہی ایک ملازم نے دروازہ کھولا:

"مجھے اپنے والد انسپکٹر جمشید سے ملنا ہے۔"

"وہ آپ کے والد ہیں۔"

"ہاں!" محمود نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آیئے جناب! میں آپ کو ان کے پاس لے چلوں، انہیں زہر دیا گیا تھا، لیکن اب ان کی حالت بہت بہتر ہے۔"

"شکر ہے خدا کا۔"

وہ اس کے ساتھ اندر داخل ہوا اور برآمدے سے ہوتا ہوا کوٹھی کے اندرونی حصے میں پہنچا۔ ملازم نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا اور خود دوسری طرف چلا گیا۔ محمود بھی یہی چاہتا تھا کہ ملازم اس کے ساتھ ساتھ کمرے تک نہ جائے۔ اب وہ دبے پاؤں دروازے کی طرف بڑھا، چابی کے سوراخ میں سے اندر جھانکا تو اسے آئی جی اور ڈی آئی جی صاحبان نظر آئے۔ البتہ سوراخ سے انسپکٹر جمشید نظر نہ آسکے۔ کمرے کی کھڑکیاں بھی بند تھیں۔ وہ بے چین ہو گیا۔ اپنے والد کو ایک نظر دیکھنے آیا تھا اور دیکھے بغیر جانا نہیں چاہتا تھا، لیکن اگر وہ دستک دے کر اندر جاتا تو انسپکٹر جمشید اس پر ضرور بگڑتے۔ اچانک اس نے دروازے کی گھنٹی بجنے کی آواز سنی۔ گھنٹی بجانے کا انداز بیگم جمشید کا تھا، گویا اس کی امی یہاں پہنچ گئی تھیں۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور فوراً ہی چھپنے کی جگہ تلاش کر لی، دوسرے لمحے وہ وہاں دبک گیا۔ ایک منٹ بعد اس کی امی، اکرام اور کچھ دوسرے لوگ آتے دکھائی دیے، ملازم بھی ان کے ساتھ تھا، اس بار ملازم کمرے کے دروازے تک آیا اور دستک دی۔ اندر موجود ناصر اقبال نے دروازہ کھول ڈالا، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ملازم نے کہا۔

"یہ بھی انسپکٹر جمشید صاحب سے ملنے آئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" ناصر اقبال نے کہا اور ملازم لوٹ گیا۔ بیگم جمشید، اکرام اور دوسرے اندر جانے لگے۔ ناصر اقبال انہیں راستہ دینے کے لیے ہٹ گیا، بس یہی موقع تھا، محمود اپنی جگہ سے نکلا اور سب سے آخری آدمی کے پیچھے دبے پاؤں دروازے تک پہنچ گیا۔ اب کمرے کے اندر کا منظر اسے صاف نظر آیا۔ انسپکٹر جمشید ہوش میں تھے اور مسکرا کر اندر جانے والوں کا استقبال کر رہے تھے۔ پھر اس نے ان کی آواز سنی:

"فکر نہ کرو بیگم، اب میں بالکل ٹھیک ہوں.... ارے!" ان کے منہ سے جملے

کے آخر میں چونکنے کے انداز میں نکلا۔

"کیا ہوا؟" شیخ صاحب نے پریشان ہو کر کہا۔

"میرا خیال ہے، باہر محمود یا فاروق میں سے کوئی موجود ہے، میں نے اکرام کے ساتھ آنے والے ان صاحب کے پیچھے بھی کسی کو حرکت کرتے دیکھا ہے، محمود.... اندر آؤ۔" انہوں نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

اب محمود کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تھا کہ اندر داخل ہو جاتا، لہٰذا اندر آ گیا۔ چہرے پر شرم اور گھبراہٹ کے آثار طاری تھے۔ یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید مسکرا اٹھے۔ انہوں نے کہا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا، لیکن تم آئے بغیر رہے نہیں، خیر یہ عقل مندی ضرور کی کہ تنہا آئے۔ ہے یہ تمہاری غلطی رہی، تمہیں ہر حال میں میری ہدایت پر عمل کرنا چاہیے تھا، خدا جانے جاوید اشرف بخاری کے ہاں کیا چکر چل رہا ہے، خیر ہوا سو ہوا، سنو! میں بالکل ٹھیک ہوں، فوراً واپس جاؤ اور آنکھیں کھلی رکھو، اگر تمہارے ہوتے ہوئے وہاں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو مجھے بہت افسوس ہوگا۔"

"بہت بہتر ابا جان! میں ابھی لوٹ جاتا ہوں، آپ کے حکم کی تعمیل نہ کرنے پر میں شرمندہ ہوں، یہ بتاتا چلوں کہ میرا یہاں تک تعاقب کیا گیا ہے، اس سے ثابت ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے، دوسرے یہ کہ یہاں بھی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔ آپ اس وقت جو کافی پینے جا رہے ہیں، مہربانی فرما کر اس کو پینے کی کوشش نہ کریں، کیا خبر اس کافی میں بھی زہر ہو۔"

وہ سب چونک اٹھے۔ کافی کے زہریلا ہونے کے بارے میں تو انہوں نے سوچا ہی نہیں تھا۔

"اوہ! تم ٹھیک کہتے ہو۔" انسپکٹر جمشید چونکے، پھر اکرام سے بولے:

"اکرام! ان کپوں کی کافی کو محفوظ کر لو اور لیبارٹری میں بھیج دو۔ دروازے پر چار سادہ لباس والے مقرر کر دو، کافی کے بارے میں رپورٹ جلد از جلد مجھے مل جانی چاہیے، اگر اس میں زہر ثابت ہوا تو ہمیں گھر کے ملازمین کو اچھی طرح چیک کرنا پڑے گا۔"

"آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ مجھے اس نشان پر ہاتھ لگانے سے کیوں روکا تھا۔" ناصر اقبال نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"اوہ ہاں! دراصل اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی تھی، پھر میں فون کرنے میں مصروف ہو گیا اور اس کے بعد یہ لوگ آ گئے...... میں نے آپ کو اس لیے روکا تھا کہ اس نشان پر ہاتھ لگاتے ہی میرے جسم میں زہر داخل ہو گیا تھا۔ اپنے اسسٹنٹ اکرام کو میں نے اسی نشان کے لیے بلوایا ہے، اکرام کسی چمٹی وغیرہ اور عدسے کی مدد سے اس نشان کو چیک کرو، میرا خیال ہے کہ اس میں کوئی سوئی بھی لگی ہوگی ہے اور اس سوئی پر زہر لگایا گیا ہے۔"

دیوار پر نمایاں نظر آنے والے اس نشان کا معائنہ کیا گیا، اکرام کا ایک ساتھی جلد ہی حیرت زدہ انداز میں بڑبڑایا، یہ زہروں کا ماہر تھا۔

"اف خدا...... یہ تو انتہائی باریک کانٹوں والی ایک ننھی سی پٹی ہے۔ اس پر جیبوں کانٹے ہیں جو سوئیوں سے بھی باریک ہیں۔ انہیں عدسے کی مدد کے بغیر تو دیکھا بھی نہیں جا سکتا۔"

"اوہو! ایسی پٹیاں کب سے بننے لگیں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"خود میں نے بھی پہلی بار دیکھی ہے۔" زہروں کے ماہر نے کہا۔ پھر اس نے چاقو کی مدد سے وہ پٹی اتار لی۔

"حیرت یہ ہے کہ ہمیں یہ پٹی نظر نہیں آئی اور ناصر اقبال کو فوراً نظر آ گئی۔" آئی

جی بولے۔

"اس لیے جناب کہ یہ ان کا اپنا کمرہ ہے، کمرے کی ایک ایک چیز اور اس کا ایک ایک حصہ ان کا اچھی طرح دیکھا بھالا ہے، لہٰذا کہیں بھی کوئی تبدیلی کی جائے تو انہیں فوراً محسوس ہوگی جبکہ دوسروں کو نہیں۔ باقی سب لوگ اس پٹی کو دیوار پر ایک دھبہ خیال کر کے نظر انداز کر گئے، لیکن ناصر اقبال کو یہ چیز عجیب لگی۔" انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ تم نے یہ تجربہ کیوں کیا......"

"میں اس کمرے کی تلاشی لے رہا تھا۔ اچانک میری نظر دیوار پر لگے اس دھبے پر پڑی، میں نے یہ دیکھنے کے لیے کہ نہ جانے یہ کیا چیز ہے، اس پر انگلی رکھ دی اور میں اس پر لگے زہر کا شکار ہو گیا۔" انہوں نے بتایا۔

"اوہ! تو یہ بات تھی...." ڈی آئی جی صاحب نے لمبا سانس بھرا۔

"اور یہ حرکت ضرور اس بجلی مرمت کرنے والے کی ہے جو آج یہاں آیا تھا، کسی طرح اصل مرمت کرنے والے کی جگہ ناصر اقبال کے اس انجانے دشمن نے لے لی.... اکرام تم ناصر صاحب سے اس مرمت کرنے والے کا نام پتا اور حلیہ بھی نوٹ کر لو، ہمیں اس کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا ہیں۔"

"اف اللہ! اس کا صاف مطلب تو یہ ہے کہ پہلی کوشش میں ناکام رہنے کے بعد وہ دوسرا حملہ بھی کرے گا۔" ماہر جمال نے پریشان ہو کر کہا۔

"معلوم تو یہی ہوتا ہے، لیکن خیر آپ فکر نہ کریں، آپ کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کیا جائے گا۔" یہ کہہ کر وہ محمود کی طرف مڑے۔

"محمود! اب تم واپس جاؤ اور مجھے فون پر اطلاع دیتے رہو، میں رات بھر جاگنے کا پروگرام بنا چکا ہوں۔"

"جی بہتر! ہم بھی نہیں سوئیں گے۔" محمود نے کہا اور سب کو سلام کر کے کوٹھی سے باہر نکلا..... اس نے دیکھا، تعاقب کرنے والی ٹیکسی ابھی تک اسی جگہ کھڑی تھی۔ اس نے کوئی پروانہ کی اور ایک رکشے میں جاوید اشرف بخاری کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ ایسے میں وہ سوچ رہا تھا، یہ رات بھی عجیب رات ہے، ہم عجیب قسم کے حالات میں گھرے ہوئے ہیں..... دو الگ الگ گروہ میں تقسیم ہوئے پڑے ہیں۔ آخر یہ چکر کیا ہے، ہما کو کیا پریشانی ہے، اس پریشانی میں بھی اس کی خوراک میں دوگنا اضافہ کیوں ہو گیا ہے، وہ سب سے الگ تھلگ اپنے کمرے میں کیوں کھانے لگی ہے، یہ کون ہے جس نے جاوید اشرف بخاری کوٹھی سے ناصر اقبال کی کوٹھی تک میرا تعاقب کیا ہے، اسے تعاقب کرنے کی ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی۔

اس قسم کے خیالات میں گھرا وہ جاوید اشرف بخاری کی کوٹھی پہنچ گیا۔ تعاقب کرنے والا بدستور اس کے پیچھے لگا رہا تھا۔ گھر کا دروازہ اسے کھلا ملا۔ وہ اندر داخل ہوا، فرزانہ کے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ زور سے چونکا۔

☆☆

نوید اشرف بخاری تو یہ الفاظ کہہ کر کمرے سے چلا گیا، اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہی رہ گئے۔

"آخر ہمارا بھانڈا پھوٹ ہی گیا۔" فاروق بڑبڑایا۔

"یہ ضروری نہیں، ہو سکتا ہے نوید اشرف نے چال چلی ہو۔" فرزانہ بولی۔

"سوال یہ ہے کہ وہ ہماری ٹوہ میں کیوں ہے۔"

"خدا جانے کیا چکر ہے، ابھی تک تو ہم کچھ بھی اندازہ نہیں لگا سکے۔" فاروق نے جھنجلا کر کہا۔

"اس سے پہلے کہ نوید اپنے بھائی کو بلا کر ہمارے پاس لائے، ہمیں کوئی کام

دکھا دینا چاہیے، کوئی ایسی بات معلوم کر لینی چاہیے کہ یہاں ٹھہرنے کا سامان ہو جائے، ایسا نہ ہو، بخاری صاحب ہمیں کوٹھی سے نکل جانے کا حکم دے دیں۔"

"بھئی ہم اتنے معمولی لوگ نہیں ہیں کہ اس طرح بے عزتی کر کے نکال دیے جائیں۔" فاروق نے جواب میں کہا۔ پھر بولا:

"تاہم ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ضرور چاہیے..... اب ہم اور رات ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے۔"

"لیکن ابھی میں نہیں اٹھ سکتی، کوئی آ ہی جائے۔ لہٰذا تم شروع ہو جاؤ، میں بعد میں شامل ہوں گی، محمود کا بھی انتظار نہ کرو، وہ آئے گا تو میں اس کے ساتھ تم سے آ ملوں گی۔"

"آ تو جب ملو گی نا جب تمہیں کہیں نظر آ جاؤں گا، کیا خبر، یہ ہما کی بچی مجھے کہاں لے جائے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی وہ ہوتی تو نہیں کہیں ہے۔"

"اچھا خیر میں چلا، اب جو ہو گا، دیکھا جائے گا، ہمیں یہاں سے جلد از جلد فارغ ہونا ہے تاکہ ابا جان کے پاس پہنچ جائیں، ان حالات میں ان سے دور رہنا کتنا مشکل ہے۔" یہ کہتے ہوئے فاروق اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔ فرزانہ نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں، اب وہ بھی اس طرح لیٹے لیٹے تنگ آ گئی تھی، لیکن محمود کے آنے تک تو اسے رکنا ہی تھا۔ ابھی فاروق کو گئے آدھ گھنٹہ ہی ہوا ہو گا کہ وہ ہانپتا کانپتا واپس آیا، اس کے چہرے پر لرزے کے آثار تھے۔ اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اُف..... فرزانہ جلدی چلو، اب اس ڈھونگ کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ آؤ۔"

فرزانہ چھلانگ مار کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ فاروق تیز تیز قدم اٹھاتا باہر کی طرف

چلا۔ فرزانہ نے بھی اس کا ساتھ دیا:

"کچھ بتاؤ تو سہی، بات کیا ہے۔"

"بات بتانے کا وقت نہیں ہے، بس میرے ساتھ چلی آؤ۔"

دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے ہما بخاری کے کمرے کے دروازے پر پہنچے۔ فاروق نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اندر گھس گیا، فرزانہ بھی کیوں رکتی۔ اندر ہما نہیں تھی۔ کمرے کی کھڑکی جو باغ میں کھلتی تھی، کھلی تھی۔

"میں نے اسے یہ کھڑکی پھلانگتے دیکھا تھا۔" فاروق نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"اور اتنی سی بات پر تم مجھے اٹھا لائے۔"

"نہیں، بات کچھ اور بھی ہے، یہ ہما کے ہاتھ میں پلاسٹک کی ایک ٹوکری بھی تھی۔"

"تو پھر.... اس سے کیا ہوتا ہے۔" فرزانہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولی۔

"اور اس ٹوکری میں کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں، اب تم یہ کہو گی کہ.... تو پھر اس سے کیا، لیکن میں تمہارے اس سوال کا جواب نہیں دوں گا، آؤ ہم بھی کھڑکی پھلانگ جائیں، آخر وہ کہاں گئی ہے، کھانے پینے کی چیزیں کس کے لیے لے گئی ہے۔" فاروق کہتا چلا گیا۔

"میں تم سے کہہ چکی ہوں، اس گھر میں مجھے ہر وقت یہی محسوس ہوتا رہا ہے، جیسے کوئی مجھے گھور رہا ہے، شاید ہما اسی کیلئے کھانا لے کر جاتی ہے۔"

"فاروق کچھ نہ بولا۔ دونوں کھڑکی پھلانگ گئے۔

"کیا تم اسے کھڑکی پھلانگتے دیکھ کر ہی میرے پاس آ گئے تھے۔" فرزانہ نے گھاس پر بیٹھے بیٹھے سوال کیا۔ باغ میں اس وقت گھپ اندھیرا تھا۔

"نہیں اس کے کھڑکی پھلانگنے کے بعد میں کمرے میں گھس گیا تھا اور پھر کھڑکی سے جھانک کر باغ میں دیکھا تھا۔"

"اور باغ میں تم نے کیا دیکھا۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"وہ سب کچھ جو ایک باغ میں ہوتا ہے۔"

"اندھیرے میں تم نے وہ سب کچھ کس طرح دیکھ لیا جو ایک باغ میں ہوتا ہے۔" فرزانہ نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"اپنی عقل کی آنکھوں سے، لیکن چونکہ مجھے یہ دیکھنا تھا کہ ہما کس طرف گئی ہے، اس لیے اپنی آنکھوں کی طاقت بھی استعمال میں لے آیا۔"

"تم بے کار باتیں بہت بنانے لگے ہو۔"

"اب اگر میں تمہارے بے کار سوالات کے جوابات دینے لگا تو یہ بے کار باتیں ہو گئیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اچھا بابا، یہ بتاؤ تمہاری آنکھوں نے کیا دیکھا تھا۔"

"آؤ تمہیں بھی دکھا دوں۔"

فاروق نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف چلنے لگا۔ اب اس کے دوسرے ہاتھ میں پنسل ٹارچ نظر آ رہی تھی۔ پھولوں کے تختوں کے درمیان بنی روش پر چلتے ہوئے وہ آگے بڑھتے چلے گئے پھولوں کی خوشبو ان کے دل و دماغ کو تازگی بخش رہی تھی اور پھر ٹارچ کی روشنی جھاڑ جھنکاڑ کے ایک بڑے ڈھیر پر رک گئی۔

"میں نے اسے اس ڈھیر میں گھستے دیکھا تھا اور پھر میں تمہارے پاس دوڑ آیا، اس خیال سے کہ کہیں ہما کے تعاقب میں اس جھنکاڑ کے اندر گھسنے کے بعد میں غائب نہ ہو جاؤں اور تم مجھے تلاش نہ کرتے پھرو۔"

"تم جیسے بے کار اور فضول باتیں کرنے والے کو تلاش کرنے کی ہمیں بھلا کیا

ضرورت ہے، لیکن مجھے حیرت ہے کہ ہما اس جھاڑ جھنکاڑ میں کیا کرنے گئی ہے۔"

یہ بات ہمیں اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم خود بھی اس کے اندر نہ گھس جائیں۔" یہ کہہ کر فاروق نے ٹارچ کی روشنی سے اس جھاڑ کے ایک ایک انچ کا جائزہ لیا اور پھر ایک جگہ اس کی ٹارچ کی روشنی رک گئی۔ اس جگہ ایک اتنا بڑا سوراخ تھا جیسے کسی گیدڑ کا بھٹ۔

"ہما ضرور اس سوراخ کے ذریعے اندر گھسی ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اس کی شامت آئی ہوگی۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بھئی جب گیدڑ کی شامت آتی ہے تو وہ شہر کا رُخ کرتا ہے، اس طرح جب انسان کی شامت آتی ہے تو وہ گیدڑ کے بھٹ کی طرف رُخ کرتا ہوگا، لہٰذا اس وقت ہم یہی کر رہے ہیں۔"

"توبہ ہے تمہاری زبان سے، لاؤ ٹارچ مجھے دو، میں آگے جاؤں گی۔"

"میں تم سے بڑا ہوں اور آگے چلنا بڑوں کا حق ہے۔" یہ کہہ کر وہ جھکا اور سر کے بل سوراخ میں داخل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت بڑھی کہ اس کے نیچے بالکل نرم ملائم گھاس تھی اور سوراخ بھی اندر سے کافی کھلا تھا۔

"گھاس کا سوراخ!" فاروق بڑبڑایا۔

"گھاس کا سوراخ.... کیا مطلب؟" پیچھے سے فرزانہ کی حیرت زدہ آواز آئی۔

"یہ گھاس کا سوراخ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟"

"اچھا بابا ہوگا، نئے نئے نام گھڑنا تو تمہاری عادت ہے۔" فرزانہ نے جھنجھلا کر کہا۔

"اور تم کہیں... ارے یہ کیا۔"

"فاروق پہلا جملہ ادھورا چھوڑ کر حیرت زدہ لہجے میں بول پڑا۔ اس کے پیچھے رینگتے ہوئے فرزانہ بھی ٹھٹک کر رہ گئی۔

"کیا بات ہے، خیر تو ہے۔"

"اُف... فرزانہ سرنگ۔"

"فرزانہ سرنگ، معاف کرنا، میں صرف ایک لڑکی ہوں اور میں نے آج تک سرنگوں کی قسموں کے بارے میں بھی کچھ نہیں پڑھا لہٰذا میں نہیں سمجھتی کہ کوئی سرنگ فرزانہ سرنگ بھی ہو سکتی ہے۔"

"اب تم سے توبہ ہے...." فاروق نے مسکرا کر کہا، پھر بولا:

"یہ سچ ہے، میں ایک سرنگ کے دہانے پر پہنچ چکا ہوں۔"

"بہت خوب! تو پھر سوچ کیا رہے ہو، کود پڑو موت کی اس سرنگ میں۔" فرزانہ نے گویا اسے جوش دلایا۔

"لیکن میں نے یہ کب کہا ہے یہ موت کی سرنگ ہے۔"

"کم از کم اس کے اندر جانا موت کے منہ میں جانا ہے۔"

"ہوگا، بہت دیکھے ہیں ایسے موت کے منہ تم چلو.... آگے بڑھو۔"

فاروق پیٹ کے بل رینگنے لگا، سرنگ اتنی اونچی نہیں تھی کہ کھڑا ہوا جا سکے، لہٰذا رینگنے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ فرزانہ بھی اس کے پیچھے رینگنے لگی۔ جلد ہی انہوں نے محسوس کیا، سرنگ گولائی اختیار کرتی جا رہی ہے، پھر اس کا رُخ کوٹھی کی طرف ہو گیا، ان کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھنے لگی۔ فاروق کے پاس پنسل ٹارچ موجود تھی، اس کی مدد سے آگے بڑھنے میں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔ آخر تقریباً دس منٹ تک رینگنے کے بعد کہیں جا کر سرنگ کا سلسلہ ختم ہوا۔ دوسرا لمحہ چونکا دینے والا تھا، وہ ایک تہہ خانے

میں کھڑے تھے۔ اس تہہ خانے میں ہر طرف پرانا سامان اٹا پڑا تھا، شاید یہ جاوید اشرف بخاری کا کباڑ خانہ تھا۔ استعمال شدہ یا ٹوٹی پھوٹی چیزیں وہ اس میں رکھ دیتے تھے، لیکن سوال تو یہ تھا کہ کیا اس کباڑ خانے کا دروازہ کوٹھی میں نہیں کھلتا تھا جو ہما کو سرنگ میں سے آنا پڑا۔ دوسرے یہ کہ وہ یہاں کیوں آئی۔

دونوں نے ادھر ادھر دیکھا، ایک طرف سے انہیں دبی آوازیں میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ ان کے کان کھڑے ہو گئے، وہ دبے پاؤں آگے بڑھنے لگے اور پھر ان کے اٹھتے قدم رک گئے۔ ایک حیرت انگیز منظر ان کی آنکھوں کے سامنے تھا.... ہما ایک اسٹول پر بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے دوسرے اسٹول پر ایک نوجوان عورت بیٹھی تھی۔ دونوں اسٹولوں کے درمیان میں ایک میز پر کھانا رکھا تھا اور وہ عورت کھانا کھا رہی تھی، عجیب بات یہ تھی کہ اس کے بازوؤں پر بڑے بڑے پر لگے نظر آ رہے تھے۔ ان پروں کو دیکھ کر فاروق اور فرزانہ کو پریاں یاد آ گئیں، اس وقت ہما کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی:

''اچھی پری! تمہیں پرستان سے آئے ہوئے تین دن ہو گئے، تمہارے ماں باپ تو بہت پریشان ہوں گے۔''

''میں کر ہی کیا سکتی ہوں، جب تک میرا دایاں پر ٹھیک نہیں ہو جاتا، اڑ نہیں سکتی، اچھی بھلی اڑی جا رہی تھی کہ تمہاری کوٹھی پر نظر پڑی، اسے ذرا قریب سے دیکھنے کے لیے نیچے آ گئی اور تمہارے باغ کے درخت سے ٹکرا گئی.... میرا پر زخمی ہو گیا.... تم کتنی اچھی ہو، مجھے تین دن سے روزانہ کھانا لا کر دے رہی ہو، میرے لیے دوا بھی لاتی ہو اور یہ سب کچھ گھر کے اندر والے راستے سے نہیں کرتیں، اس لیے کہ میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ میرے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہ ہو، یہ تم تھیں جو مجھے اس سرنگ کے ذریعے یہاں تک لائیں۔''

''شکریہ اچھی پری، میں نے پریوں کی کہانیاں بے تحاشہ پڑھی ہیں.... مجھے خود پریوں سے ملنے کا بہت شوق تھا، یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ تم مجھے مل گئیں۔''

''میں نے تمہیں کل کہا تھا، میں انسانوں کے گھر اندر سے دیکھنا چاہتی ہوں... اب چونکہ اتفاق سے ایک موقع ہاتھ آ گیا ہے، اس لیے میں چاہتی ہوں تمہارے گھر کو اچھی طرح دیکھوں، لیکن شرط یہ ہے کہ رات کے وقت.... جب سب لوگ سو رہے ہوں، اس وقت دیکھوں۔''

''میں تمہیں اپنا گھر ضرور دکھاؤں گی، پہلے تم چلنے پھرنے کے قابل تو ہو جاؤ۔'' ہما نے پرجوش لہجے میں کہا۔

''میں اب بالکل ٹھیک ہوں، تم مجھے آج ہی دکھا دو، بس کرو صرف اتنا کہ اس تہہ خانے کا دروازہ دوسری طرف سے کھول دو، جب رات زیادہ ہو جائے گی تو میں خود ہی اٹھ کر گھوم پھر لوں گی، تم بے شک اپنے کمرے میں آرام سے سوتی رہنا۔''

''لیکن میں خود کیوں نہ تمہیں گھر کی سیر کراؤں۔''

''ارے نہیں! تم اتنی رات گئے تک کہاں جاگو گی۔''

''نہیں! تمہارے لیے میں بھی آسانی سے جاگ سکوں گی۔''

''خیر! اگر تمہیں نیند نہ آئی تو تم میرے ساتھ ساتھ رہنا، ورنہ سو جانا، میں خود ہی دیکھ لوں گی۔''

''ٹھیک، تو پھر میں ابھی جا کر دروازہ کھولے دیتی ہوں.... تم کس وقت گھر دیکھنا پسند کرو گی۔''

''گیارہ بجے کے قریب۔''

''اچھی بات ہے، میں اس کمرے میں جا کر کوئی کتاب پڑھنا شروع کرتی ہوں، گیارہ بجے تہہ خانے کے دروازے پر پہنچ جاؤں گی۔''

ٹھیک ہے۔ انسانوں کا کھانا کتنا مزے دار ہے، میں نے پیٹ بھر کر کھایا ہے، یہ برتن بھی لے جاؤ۔"

"اچھا" انہوں نے ہما کو اٹھتے ہوئے دیکھا۔ دونوں فوراً ہی ٹوٹی پھوٹی چیزوں کے ایک بڑے ڈھیر کے پیچھے چھپ گئے۔ انہوں نے اپنے سانس روک لیے، ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے۔ جلد ہی انہوں نے ہما کے قدموں کی چاپ سنی، وہ سرنگ کے راستے کی طرف جا رہی تھی، پری بھی اس کے ساتھ تھی۔ پھر انہوں نے پری کو واپس آتے دیکھا.... دونوں کچھ اور دبک گئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں آواز پیدا کیے بغیر سرنگ کی طرف رینگ رہے تھے، بات ان کی سمجھ میں آ گئی تھی، پریوں کا اس دور میں بھلا کہاں وجود تھا، پھر بھی اس عورت نے صحیح معنوں میں پری بن کر دکھا دیا تھا، جنوں بھوتوں اور پریوں کی کہانیاں پڑھنے والا کوئی بھی اسے دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ پری نہیں، لیکن فاروق اور فرزانہ کی آنکھیں بھلا کس طرح دھوکا کھا سکتی تھیں۔

ہلکی سی آہٹ پیدا کیے بغیر وہ سرنگ میں اتر گئے۔ ہما ان سے چند منٹ پہلے جا چکی تھی، اس لیے سرنگ میں اس سے ملاقات ہونے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ سرنگ سے نکلنے کے بعد انہوں نے صدر دروازے کا رُخ کیا، کیونکہ اب وہ ہما کے کمرے میں سے ہو کر اندر نہیں جا سکتے تھے۔ اب ہما کمرے میں موجود تھی۔ صدر دروازہ انہیں کھلا ملا۔ دونوں خاموشی سے اندر داخل ہوتے، لیکن اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچتے ہی وہ ٹھٹک گئے اندر تو بہت سے آدمی جمع تھے۔

☆☆☆

پرستان کا ہار

محمود نے دیکھا، کمرے میں گھر کے سب لوگ جمع تھے۔ اس پر نظر پڑتے ہی نوید اشرف بخاری چلا اٹھا:

"وہ آ گیا ان میں سے ایک، اب اس سے پوچھا جائے، اس کی وہ بہن کہاں ہے، جس پر بے ہوشی کا دورہ پڑ گیا تھا اور جسے چلنے چلنے پر منع کر دیا گیا تھا۔"

"میں اپنے ابا جان کی خیریت معلوم کرنے گیا تھا، ابھی ابھی لوٹا ہوں، مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے اور میرا بھائی کہاں ہے" محمود نے کندھے اچکائے۔

"آخر میرا یہ خیال ٹھیک ہی نکلا کہ یہ لوگ کوئی چکر چلا رہے ہیں، وہ لڑکی جھوٹ موٹ کی بیمار بنی ہوئی تھی.... مجھے اس پر شروع سے شک تھا۔" نوید اشرف نے محمود کو گھورتے ہوئے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کو یہ ڈراما کھیلنے کی کیا ضرورت تھی۔" جاوید اشرف بخاری بولے۔ "جبکہ یہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"اب مجھے اس میں شک ہے کہ انسپکٹر جمشید سے ان بچوں کا کوئی تعلق نہ ہو۔" نوید اشرف نے کہا۔

"خیر اس کی تصدیق تو انسپکٹر جمشید کر سکتے ہیں۔" جاوید اشرف نے جواب میں کہا۔

"اور ہما کیوں نہیں کر سکتی، ہم تینوں کو بہت اچھی طرح پہچانتی ہے۔" محمود نے کہا۔

"ہو سکتا ہے تم لوگ میک اپ میں ہو۔"

"اوہ؟" جاوید اشرف بوکھلا کر بولے۔ "یہ.... یہ عین ممکن ہے۔"

"بہت خوب! شکر ہے کہ میری بات آپ کی سمجھ میں آ گئی، اب آپ پولیس کو بلا لیں، اور ہمیں یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ اس کے دونوں بہن بھائی کہاں گئے۔" نوید اشرف نے کہا۔

"وہ یہیں کہیں ہوں گے، ہو سکتا ہے، فرزانہ نے فاروق سے باغ تک لے چلنے کی درخواست کی ہو، آخر لیٹے لیٹے بھی تو انسان تنگ آ جاتا ہے۔"

"اگر وہ دونوں باغ میں ہوئے تو ہم تم لوگوں کو بے گناہ پھر بھی نہیں سمجھیں گے، اب ہمیں یہاں پولیس کو بلانا ہی ہوگا اور اس کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید کو بھی۔"

"انہیں بھی اتفاق سے ڈاکٹر نے آرام کرنے کے لیے کہا ہے، وہ نہیں آ سکیں گے۔" محمود نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں، پولیس بھی ہمارا مسئلہ حل کر دے گی، بھائی جان... کیا میں پولیس کو فون کر دوں۔" نوید اشرف نے کہا۔

"ٹھہرو بھئی، پہلے اس سلسلے میں ہما سے پوچھ لینا چاہیے، کہیں وہ بعد میں ناراض نہ ہو۔" جاوید اشرف بولے۔

"یہ ٹھیک رہے گا سابو، تم ہما کو اس کے کمرے سے بلا لاؤ۔" نوید اشرف نے کمرے میں موجود ملازم سے کہا۔

"بہت بہتر جناب!" سابو نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ کچھ دیر بعد اس کی واپسی ہوئی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"جناب! ہما بی بی اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔"

"تو ادھر ادھر کہیں ہو گی۔" جاوید اشرف نے برا سا منہ بنایا۔

"میں نے ادھر ادھر بھی دیکھ لیا ہے، لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آئی۔"

حیرت ہے، وہ کہاں چلی گئی۔" جاوید اشرف بخاری بولے.... عین اسی وقت قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ان کے منہ دروازے کی طرف اٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ ہما آ رہی تھی۔

"ہما تم کہاں تھیں۔" جاوید اشرف کے منہ سے نکلا۔

"جی.... میں.... میں اپنے کمرے میں تھی۔" وہ ہکلائی۔

"لیکن ابھی ابھی سابو تمہیں بلانے گیا تھا، تم کمرے میں نہیں تھیں۔"

"میں غسل خانے میں تھی، سابو نے دھیان نہیں دیا ہوگا۔" ہما نے فوراً کہا۔

"لیکن بی بی.... غسل خانے کا دروازہ تو کھلا تھا.... ہاں میں نے اندر نہیں جھانک کر دیکھا تھا۔" سابو نے بوکھلا کر کہا۔

"بس یہی بات ہے، میں غسل خانے میں ہی تھی، کلی کر رہی تھی۔"

"خیر.... تو اہم بات یہ ہے کہ تمہارے چچا جان تمہاری کزن اور اس کے بھائیوں کو شک کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ لوگ کوئی چکر چلا رہے ہیں، جس کا ثبوت یہ ہے کہ فرزانہ اس وقت اپنے کمرے میں نہیں ہے جب کہ اسے لیٹے ہوئے ہونا چاہیے تھا۔"

"اوہ!" ہما نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ پھر وہ محمود کی طرف مڑی:

"کیا یہی بات نہیں۔"

"نہیں! ہم آپ لوگوں کے خلاف بالکل کوئی چکر نہیں چلا رہے۔" محمود نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"میں بھی یہی سمجھتی ہوں، آخر ان تینوں کو یہاں کوئی چکر چلانے کی کیا ضرورت ہے۔" ہما نے جلدی سے کہا۔

"ہوسکتا ہے، محمود، فاروق اور فرزانہ کے میک اپ میں یہ تینوں کوئی اور ہوں۔"

"بہت خوب! تو یہ بات ہے، پھر تو آپ ضرور پولیس کو فون کردیں، میں اپنے ابا جان کو فون پر اطلاع دے دیتا ہوں، ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ ہمیں کون پہچانتا ہوگا۔"

نوید اشرف بخاری فون کرنے کے لیے اٹھا ہی تھا کہ دروازے میں فاروق فرزانہ کو اس طرح سہارا دیے آرہا تھا جیسے کسی بہت بیمار آدمی کو سہارا دیتے ہیں۔

"لیجیے! یہ لوگ آگئے۔" محمود چہکا۔

"کہاں چلے گئے تھے آپ دونوں۔" نوید اشرف بخاری نے دونوں کو بُری طرح گھورتے ہوئے کہا۔

"فرزانہ لیٹے لیٹے بہت تنگ آگئی تھی، اس نے مجھ سے درخواست کی کہ ذرا میں اسے سہارا دے کر چہل قدمی کرا لاؤں، ہم کوٹھی کے گرد ایک چکر لگا کر آئے ہیں۔"

"بہت خوب!" جاوید اشرف بخاری نے خوش ہو کر کہا اور پھر اپنے بھائی سے بولے۔ "کیوں نوید، اب کیا خیال ہے؟"

"میں اب بھی یہی کہوں گا، یہ لوگ کوئی چکر چلا رہے ہیں۔"

"ختم کرو، ہما کی نظریں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔ یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہی ہیں۔"

"خیر! میں ختم کیے دیتا ہوں، لیکن اسے لکھ لیجیے، آپ لوگ پچھتائیں گے۔" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"چھوڑو، دیکھا جائے گا۔"

جونہی گھر کے لوگ کمرے سے نکلے، محمود، فاروق اور فرزانہ کو گھورنے لگا:

"یہ کیا حرکت تھی، تم دونوں کہاں گئے تھے؟"

"خاموش! ہم نے وہ بات معلوم کرلی ہے، جس کے لیے یہاں آئے تھے۔" فرزانہ نے سرگوشی میں کہا اور اپنے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔

"اوہو اچھا!" محمود کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہاں! اور معاملہ بہت سنجیدہ قسم کا لگتا ہے... ہمیں رات کے گیارہ بجے تک اب اپنے کمرے میں ہی رہنا ہے۔" فاروق بولا۔

"تو کیا ابا جان کو اطلاع دینے کی ضرورت نہیں۔"

"ضرورت ہے.... ان کے مشورے کے بغیر ہم سے کوئی غلطی بھی ہوسکتی ہے، لیکن ہم ابھی فون بھی تو نہیں کرسکتے۔ گھر کے لوگ سو جائیں تو ہم فون کریں گے۔"

اس کے بعد فاروق نے محمود کے کان میں سرنگ اور تہہ خانے کا حال کہہ سنایا، محمود کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ ٹھیک دس بجے انہوں نے پوری احتیاط سے اپنے والد کو فون پر حالات کی خبر دی.... دوسری سے انہوں نے کہا:

"ٹھیک ہے، اپنی عقل سے کام لینا اور رات کو پونے گیارہ بجے کوٹھی کے دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کرلینا، ایسا نہ ہو، مجرم تمہارے ہاتھ سے بچ نکل جائے۔"

"تو کیا آپ ہمیں یہ اجازت دیتے ہیں کہ اسے گرفتار کرلیں۔"

"بالکل! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔"

"بہت خوب! اب آپ سب کچھ ہم پر چھوڑ دیں۔" محمود نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ بند ہونے پر ریسیور رکھ دیا۔ تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا

"صدر دروازہ تو پہلے ہی بند کیا جا چکا ہے، باقی رہ گئیں کھڑکیاں، ان میں

سلاخیں لگی ہوئی ہیں، وہ پری صاحبہ اگر فرار ہو سکتی ہیں تو صرف سرنگ کے راستے، کیوں نہ ہم میں سے ایک سرنگ کے منہ پر کھڑا ہو جائے۔" محمود نے تجویز پیش کی۔

"سوال یہ ہے کہ کون کھڑا ہوگا، کیا تم تیار ہو؟"

"نہیں، مجھے اندر کا معاملہ سنبھالنا ہے۔"

"اب ہم بھی اتنے فالتو نہیں ہیں کہ باہر کا معاملہ سنبھالتے پھریں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ختم کرو، ہم تینوں اندر ہی رہیں گے، آخر وہ ایک عورت ہے، ہم تینوں سے بچ کر کہاں جائے گی۔" فرزانہ نے گویا فیصلہ سنایا۔

اور ٹھیک گیارہ بجے وہ تہہ خانے کے قریب پہنچ کر تاریکی میں دبک گئے۔ تہہ خانے کے بارے میں وہ ملازم سے پہلے ہی معلوم کر چکے تھے۔

☆☆

ٹھیک گیارہ بجے انہوں نے ہما کو تہہ خانے کی طرف آتے دیکھا، اپنے ہی گھر میں وہ چوروں کی طرح چل رہی تھی وہ چونکے اور سکڑ گئے۔ ہما نے آگے بڑھ کر تہہ خانے کا دروازہ اوپر اٹھا دیا، ساتھ ہی انہوں نے اس کی آواز سنی:

"اچھی پری! تم کہاں ہو؟"

"میں یہیں موجود ہوں، سیڑھیوں میں۔"

انہوں نے اس عورت کو اوپر آتے دیکھا تو سانس روک لیے، محمود نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا، وہ سو فیصد پری لگ رہی تھی۔ وہ ہما کے ساتھ ان کے قریب سے گزرتے ہوئے بولی:

"سب سے پہلے میں تمہارا کمرہ دیکھوں گی، آج مجھے اپنا وعدہ بھی پورا کرنا ہے، یعنی پرستان کا ہار تمہیں دینا ہے، تم اس ہار کو پا کر پھولی نہیں سماؤ گی، کسی جوہری کے

پاس اس قسم کا ہار نہیں ہوگا... لوگ اس ہار کو دیکھیں گے اور حیران ہوں گے۔"

"میں تمہارا کس منہ سے شکریہ ادا کروں اچھی پری۔"

"اس میں شکریے کی کیا بات ہے، تین دن تم نے میری میزبانی کی، اپنے گھر والوں سے مجھے چھپائے رکھا... یہ کیا کم احسان ہے، اس احسان کے بدلے میں وہ ہار تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔"

وہ ان کے پاس سے گزر کر کئی قدم آگے بڑھ گئیں اور پھر ہما کے کمرے میں داخل ہو گئیں۔ تینوں دیوار کے ساتھ لگ کر ہما کے دروازے تک پہنچے، پوری کوٹھی پر موت کا سناٹا طاری تھا، شاید باقی سب لوگ نیند کے مزے لے رہے تھے۔ ہما اور اس عورت نے دروازہ اندر سے بند نہیں کیا تھا، وہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ برآمدے میں تاریکی تھی۔ اس تاریکی کا سہارا لے کر انہوں نے اندر جھانکا تو ایک عجیب منظر نظر آیا، وہ عورت موتیوں کا ایک ہار ہما کے چہرے کے سامنے جھلا رہی تھی ہما کا چہرہ ہار کی حرکت کے ساتھ ساتھ ہل رہا تھا... تینوں نے اس عمل کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ہما دھڑام سے فرش پر گر پڑی۔ تینوں بوکھلا گئے، لیکن اپنی جگہ سے آگے حرکت کس طرح کر سکتے تھے۔ البتہ وہ اس تاریکی میں ضرور رینگ گئے۔

ان کے دل اب بُری طرح دھڑک رہے تھے۔ ایک منٹ بھی نہ گزرا تھا کہ عورت ہاتھ میں وہی ہار لیے باہر نکلی اور ان کے قریب سے گزرتی چلی گئی۔ اب اس کا رخ جاوید اشرف بخاری کے کمرے کی طرف تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا، موسم بہار کے دن تھے اور ہلکی گرمی شروع ہو چکی تھی، لہٰذا کمروں کے دروازے بند نہیں کیے جاتے تھے۔ عورت بے دھڑک کمرے میں داخل ہو گئی۔ دوسرے لمحے انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ اب وہ عورت جاوید اشرف بخاری کے سرہانے کھڑی ان کے چہرے پر ہار جھلا رہی تھی۔ ایک بار تو انہیں بھی یوں لگا جیسے وہ واقعی جادوگرنی ہے اور یہ کوئی پری ہی

ہے ان کی جگہ اگر کوئی اور بچے ہوتے تو ضرور یہ یقین کر لیتے۔ چند سیکنڈ بعد ہی انہوں نے جاوید اشرف کی گردن ایک طرف ڈھلکتے دیکھی۔ وہ گھبرا گئے کہ خدا جانے یہ کیا ہو رہا ہے۔ آخر یہ عورت اس ہار سے کیا کام لے رہی ہے۔ جاوید اشرف بخاری اور بیگم کو اپنی ہار کا شکار بنانے کے بعد اس نے ہار کو جیب میں رکھ لیا اور جیب سے چابیوں کا گچھا اور چند ننھے منے اوزار نکال لے۔ اب وہ تجوری کے تالے کے سوراخ پر جھک گئی۔

محمود، فاروق اور فرزانہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، محمود نے آنکھوں آنکھوں میں کہا کہ اسے تجوری کھول لینے کا موقع نہیں دینا چاہئے، لیکن فرزانہ نے انکار میں سر ہلایا، گویا وہ یہ چاہتی تھی کہ مجرمہ تجوری کھول لے۔ فاروق نے کندھا اچکا دیا، جیسے کہہ رہا ہو تم جانو۔

صرف ڈیڑھ منٹ کی کوشش کے بعد عورت دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئی۔

اس نے تجوری کے پٹ کھول ڈالے اور پھر اس میں سے فائلیں پڑھ پڑھ کر باہر رکھنے لگی۔ تجوری میں موجود تمام فائلوں میں سے اس نے تین فائلیں الگ کیں، باقی واپس تجوری میں رکھیں اور تینوں فائلیں بغل میں دبا کر تجوری بند کی، تالا لگایا اور واپس مڑی۔

اور یہی وہ لمحہ تھا، جب محمود، فاروق اور فرزانہ دروازے میں آ کھڑے ہوئے۔

☆☆☆

نقلی غرض

اس عورت کی نظریں ان پر پڑیں اور اس کے پاؤں ساکت ہو گئے۔ چند لمحے تک نظریں آپس میں ٹکراتی رہیں، پھر فاروق نے چہک کر کہا۔

''ہیلو پری صاحب! تمہارا جادو کا ہار بہت پسند آیا، بس ہمیں تو اس سے غرض ہے، وہ ہار ہمیں دے دو اور جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ، ویسے تو میں جانتا ہوں، تم کوہ قاف جا رہی ہو، ارے ہاں یہ تو سناؤ آج کل شمشام جادوگر کا کیا حال ہے۔''

''تم محمود، فاروق اور فرزانہ ہو۔'' وہ سانپ کی طرح پھنکاری۔

''ارے باپ رے، اس نے تو ہمیں پہچان لیا ہے، اب یہ ہار ہرگز نہیں دے گی۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''بہت خوب! تو تم ہمیں جانتی ہو، ایسی صورت میں ادارے لیے بہتر یہ ہو گا کہ فائلیں یہیں چھوڑ دو اور خود کو قانون کے حوالے کر دو۔'' محمود بولا۔

''تم... تم لوگ شیطان ہو۔'' اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''یہ خطاب ہمیں پہلے ہی بہت سے لوگ دے چکے ہیں، کوئی نئی بات کرو۔'' فرزانہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

''اور یہ پر اتار کر بات کرو، مجھے ڈر لگ رہا ہے، کہیں تم پھر سے اڑ نہ جاؤ۔'' فاروق جلدی سے بولا۔

"خاموش رہو، کام کی بات کر لینے دو۔"

"بہت اچھا! پہلے تم کام کی باتیں کر لو، اس کے بعد میں اس کے پروں اور اس ہار کی بات کروں گا۔" فاروق نے لاپروائی سے کہا۔

"اگر تم ہمیں جانتی ہو تو پھر اپنا نام بھی بتا دو، تا کہ ہمیں معلوم ہو جائے، کس سے بات کر رہے ہیں۔"

"مجھے تمہاری تصویریں دکھائی گئی تھیں، لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم اس طرح اچانک میرے سامنے آ جاؤ گے۔" اس نے غرا کر کہا۔

"بس ہم میں یہی بُری بات ہے کہ اچانک سامنے آ جاتے ہیں۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"تم پھر بولے۔"

"اوہ! سوری اب نہیں بولوں گا۔"

"چلو فرزانہ آگے بڑھ کر فائلیں اس سے لے لو، یہ اس کے کام نہیں آ سکیں گی۔" محمود نے کہا۔

"شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ہاتھ پیر چلانے میں تم سے کم طاقت ور ہوں، لیکن شاید ایسا نہیں ہے۔ یہ لو، میں چلی....."

"ارے لیکن تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

"نام بعد میں معلوم کر لیں گے، ہمیں اصلی غرض فائلوں سے ہے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"اور اس کے پروں، ہار اور خود اس سے نقلی غرض ہے۔" فاروق بھلا کہاں چپ رہنے والا تھا۔

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا اور فرزانہ آگے بڑھ گئی۔

عورت اپنی جگہ تنی کھڑی رہی، جونہی فرزانہ اس کے نزدیک پہنچی، اس کا دایاں پیر اچانک حرکت میں آیا، لیکن اس کے مقابلے میں بھی آخر فرزانہ تھی، وہ بجلی کی تیزی سے گھوم گئی، ورنہ اس عورت کے جوتے کی نوک فرزانہ کے منہ پر لگی ہوتی، یہ دیکھ کر اس عورت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"بہت خوب! تم واقعی حیرت انگیز ہو۔"

"محترمہ ہم کوئی ناول نہیں، انسان ہیں۔" فاروق بولا۔

"اب میں تمہیں اپنا نام ضرور بتاؤں گی، تم سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔"

"عجیب بات ہے، ہم سے مل کر ہر کسی کو خوشی ہی ہوتی ہے، چاہے وہ ہمارے ملک کا دشمن ہی کیوں نہ ہو، لیکن کان کھول کر سن لو، ہمیں اپنے ملک کے دشمنوں سے مل کر ذرا بھی خوشی نہیں ہوتی، تاہم ہم تمہارا نام ضرور جاننا چاہتے ہیں.... جس نے ایک پری کا روپ دھار کر ہمارے ملک کی ایک معصوم بچی کو بے وقوف بنایا.... ارے بھئی ہمیں بے وقوف بناؤ تو کوئی بات بھی ہے، وہ تو جنوں، بھوتوں اور پریوں کی کہانیاں پڑھتی رہتی ہے، لہٰذا اس کے ذہن پر بھی پریاں ہی سوار ہوں گی...." فاروق کہتا چلا گیا۔

"میرا نام مرجانہ ہے، تم نے شاید میرا نام سنا ہو۔"

"ہاں سنا تھا، شاید علی بابا چالیس چور کی کہانی میں تھیں تم۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"تو تم نے میرا نام نہیں سن رکھا، خیر، اپنے والد سے پوچھ لینا، میں کون ہوں۔"

"تو تم خود ہی کیوں نہ بتا دو۔" محمود بولا۔

"نہیں، اب میں یہاں نہیں رک سکتی۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور دروازے کی طرف بڑھی.... یہ دیکھ کر محمود اور فاروق ٹانگیں پھیلا کر کھڑے ہو گئے، اتنے میں پیچھے سے فرزانہ نے آگے بڑھ کر فائلوں پر جھپٹا مارا اور تینوں فائلیں مرجانہ کی بغل سے نکل کر فرزانہ کے ہاتھ میں آ گئیں۔ مرجانہ جھلا کر مڑی، محمود،

فاروق کے لیے یہ موقع اچھا تھا۔ انہوں نے ایک ساتھ مرجانہ کی کمر پر اپنے سروں سے زوردار ٹکریں رسید کیں۔ لیکن یہ دیکھ کر ان کی سٹی گم ہو گئی کہ ٹکریں مرجانہ کے لگنے کی بجائے فرزانہ کے لگی تھیں، مرجانہ تو ایک دم اچھل کر ان کے درمیان سے نکل گئی تھی۔ فرزانہ کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور وہ دوسری طرف الٹ گئی۔ محمود اور فاروق بوکھلا گئے۔ ایسے میں انہیں اور تو کچھ نہ سوجھا، فرزانہ کے فائلوں والے ہاتھ پر جھک گئے اور فائلوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ عین اس وقت دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی، شاید گھر کے دوسرے افراد گڑبڑ کی آواز سے جاگ گئے تھے۔ دوڑتے قدموں کی آواز نے مرجانہ کو بوکھلا دیا۔ اس نے ایک چھلانگ لگائی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

"فاروق تم اسے پکڑو، میں فائلیں سنبھالتا ہوں۔" محمود چلایا، لیکن جب فاروق اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا تو مرجانہ نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی اور دوسری طرف سے نوید اشرف بخاری اور دونوں ملازم چلے آ رہے تھے۔ فاروق نے دوڑنے کا ارادہ ترک کر دیا اور بولا:

"فائلیں تو ہمارے ہاتھ لگ ہی گئی ہیں اس کی گرفتاری کا انتظام پولیس خود کرے گی۔"

"کام چور ہو تم۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" نوید اشرف نے بلند آواز میں کہا۔

ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ فرزانہ اب اٹھ بیٹھی تھی۔ نوید اشرف اور ملازموں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور پھر ان کی نظریں بے ہوش جاوید اشرف اور بیگم جاوید پر پڑیں۔

"ارے بھائی جان اور بھابی ابھی تک سو رہی ہیں۔ اس گڑبڑ میں بھی۔"

یہ کہتے ہوئے نوید اشرف بخاری نے آگے بڑھ کر جاوید اشرف کو جھنجھوڑ ڈالا،

انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے یہی عمل بیگم جاوید کے ساتھ دہرایا، وہ بھی ہوش میں آ گئیں۔

"یہ..... یہ سب کیا ہے؟" جاوید اشرف نے بوکھلا کر کہا۔

"اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، میں نے پہلے ہی کہا تھا، یہ لوگ ضرور کوئی چکر چلا رہے ہیں۔"

جاوید اشرف بخاری نے ان کی طرف دیکھا، پھر جونہی محمود کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائلوں پر ان کی نظر پڑی۔ وہ دھک سے رہ گئے:

"یہ..... یہ کیا..... یہ فائلیں تم نے میری تجوری سے کس طرح نکال لیں۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا، یہ لوگ ضرور کوئی چکر چلا رہے ہیں، اب تو آپ پولیس کو بلوائیں گے نا۔" نوید اشرف بخاری نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں! پولیس کو فون کر دو، یہ فائلیں انتہائی اہم ہیں۔"

نوید اشرف فوراً ہی فون کی طرف مڑ گیا، محمود، فاروق اور فرزانہ پرسکون انداز میں کھڑے رہے۔ اسی وقت انہوں نے قدموں کی آواز سنی، مڑ کر دیکھا تو ہما آ رہی تھی، اس کی آنکھوں سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے گہری نیند سے بیدار ہو کر آ رہی ہو۔ چند لمحے تک تو وہ اندر کے منظر کو حیرت بھری نظروں سے دیکھتی رہی۔ پھر جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو بولی:

"یہ..... یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"میں نے کہا تھا نا ہما، یہ لوگ ضرور کوئی چکر چلا رہے ہیں، اب دیکھ لو یہ بھائی جان کی انتہائی اہم فائلیں چرا کر لے جا رہے تھے، وہ تو عین وقت پر میں آ گیا۔" نوید اشرف بخاری نے فون کرنے کے بعد ہما کی بات کا جواب دیا۔

"سوال یہ ہے کہ آپ کس طرح آ گئے، سوتے سوتے آپ کس طرح جاگ

گئے۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں نے بھاگ دوڑ اور چیخ و پکار کی آوازیں سنی تھیں۔" پھر میں نے ملازموں کو جگایا اور یہاں آ گیا۔ اس وقت تم تینوں بھاگنے کے لیے تیار تھے، لیکن مجھے دیکھ کر رک گئے۔" نوید اشرف نے کہا۔

"لیکن اگر ہم فائلیں چرا کر بھاگ رہے تھے تو پھر ہمیں چیخنے چلانے اور بھاگ دوڑ کرنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ بخاری صاحب اور آنٹی گہری نیند سو رہی تھیں اور ہم فائلیں حاصل کر چکے تھے، ایسی صورت میں تو ہمیں انتہائی خاموشی سے نکل جانا چاہیے تھا۔ محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

نوید اشرف بخاری بغلیں جھانکنے لگا، اس سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

"اگر بات یہ نہیں تو پھر کیا ہے۔" آخر بخاری صاحب نے کہا۔

"اصل بات آپ کو ہما بتائے گی۔"

"کیا مطلب.... ہما بھلا کیا بتائے گی، ہما کا ان باتوں سے کیا تعلق؟" جاوید بخاری چونک کر بولے۔

"بالکل! بھلا میں کیا جانوں، یہ کیا چکر ہے۔" ہما نے کندھے اچکائے۔

"لیکن ہما تم اس پری کے بارے میں تو بتا ہی سکتی ہو۔" محمود نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"پری.... کیا مطلب؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ ہما کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

☆☆

محمود کا فون ملنے کے دو گھنٹے بعد انسپکٹر جمشید اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے جلدی جلدی چلنے کی تیاری کی، جیب میں پستول رکھا۔ اکرام کو چند ہدایات دیں اور باہر

جانے کے لیے مڑے ہی تھے کہ ٹھٹک کر رہ گئے۔ ان کے سامنے بابر جمال کھڑے تھے۔

"کہاں کے ارادے ہیں انسپکٹر صاحب؟" اس نے پوچھا۔

"ایک بہت ہی ضروری کام آ پڑا ہے، میں جلد ہی واپس آ جاؤں گا۔"

"لیکن جناب ناصر اقبال کا کیا ہو گا، آپ کی غیر حاضری میں کہیں اس پر پھر حملہ نہ ہو جائے۔" اس نے فکرمند لہجے میں کہا۔

"فکر نہ کریں، میرے اسسٹنٹ اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ باہر ڈیوٹی دیں گے۔"

"بہت خوب! تب تو ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور وہ اس کے پاس سے گزرتے چلے گئے۔ انہیں حیرت تھی کہ بابر جمال اس طرح اچانک کہاں سے سامنے آ گیا۔ جاوید اشرف بخاری کو کوٹھی کا پتا انہیں معلوم تھا، اس لیے وہاں تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ انہوں نے گھڑی پر نظر ڈالی تو پونے گیارہ بج رہے تھے۔ انہوں نے باہر ٹھہر کر نگرانی کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے تو وہ تاریکی کا سہارا لے کر باغ میں داخل ہو گئے، باغ کی دیوار پھلانگنا ان کے لیے مشکل نہیں تھا۔ ٹارچ کی مدد سے وہ جلد ہی سرنگ کے سوراخ کے پاس پہنچ گئے، لیکن پھر اچانک ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے یوں محسوس کیا کہ سرنگ کے سوراخ کے آس پاس ضرور کوئی اور شخص بھی موجود ہے، باغ میں گہری تاریکی تھی.... لیکن اس کے باوجود اندر موجود آدمی باہر سے آنے والے کو آسانی سے دیکھ سکتا تھا، اس کا مطلب یہ تھا کہ انہیں اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا جا چکا ہے، اس خیال کا آنا تھا کہ وہ یک لخت زمین پر لیٹ گئے۔ عین اسی وقت ان کے اوپر سے کوئی چیز زوں کی آواز سے گزر گئی، وہ بال بال بچے، بے آواز پستول سے فائر کیا گیا تھا، گویا انہیں صرف ایک لمحہ پہلے خیال آ گیا تھا کہ انہیں دیکھا جا چکا ہے۔ لیٹے لیٹے انہوں نے دو تین قلابازیاں کھائیں اور اس جگہ سے دور چلے گئے۔ اب انہوں نے نظریں اس جگہ جما دیں جہاں وہ پہلے تھے۔ جلد ہی ان کی آنکھیں [illegible]

میں دیکھنے کے قابل ہو گئیں۔ انہوں نے دیکھا، ایک سایہ جھکے جھکے انداز میں اس سمت میں بڑھ رہا تھا۔ اسے دیکھ لینے کے بعد وہ مسکرائے اور آہٹ پیدا کیے بغیر اس کے پیچھے پہنچ گئے۔ دوسرے ہی لمحے انہوں نے اس کی کنپٹی پر ایک ہاتھ رسید کر دیا۔ اس کے حلق سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی اور وہ لمبا لیٹ گیا۔ انسپکٹر جمشید نے اس کے ہاتھ اپنی ٹائی کی مدد سے کمر پر باندھ دیے اور پھر جیب سے ایک پتلی سی رسی نکال کر پاؤں بھی جکڑ دیے۔ اب وہ اس کی طرف سے بے فکر ہو گئے تھے۔ ایک تو وہ آدھ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا تھا، دوسرے ہوش میں آنے کے بعد بھی فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ اب وہ سوراخ کی طرف متوجہ ہوئے۔ عین اسی وقت انہوں نے ایک آواز سنی:

"فونڈا! تم کہاں ہو، میں آ گئی ہوں۔"

ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ دوسرے ہی لمحے وہ آگے بڑھے۔ انہوں نے دیکھا سوراخ میں سے ایک انسانی سایہ باہر نکل آیا تھا اور یہ سایہ ایک عورت کا تھا۔

"کیا کام ہو گیا؟" انسپکٹر جمشید پھنسی پھنسی آواز میں بولے۔

"تم فونڈا... یہ تم ہو، تمہاری آواز کو....." اس نے اپنے الفاظ درمیان میں چھوڑ دیے اور فوراً پیچھے بیٹھ کر لوٹ لگائی۔ شاید اسے خطرے کا احساس ہو گیا تھا، لیکن یہ احساس اسے دیر بعد ہوا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کا ایک ہاتھ انسپکٹر جمشید کی گرفت میں تھا۔ فوراً ہی اس نے ایک زوردار جھٹکا مارا، لیکن ہاتھ نہ چھڑا سکی:

"بہت مشکل ہے میڈم... اب تم اس ہاتھ کو نہیں چھڑا سکو گی۔ رہا فونڈا، وہ بے چارہ بھی یہاں بندھا پڑا ہے....." یہ کہتے ہوئے انہوں نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا... اور پھر چونک کر بولے:

"ہائیں! تم تو خالی ہاتھ ہو۔"

☆☆☆

نقاب پوش

"جی ہاں پری! ایک پری تین دن سے ہما صاحبہ کی مہمان تھی، لیکن افسوس! اب وہ اس کی اور مہمان نوازی نہیں کر سکیں گی۔" فرزانہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ کیا اوٹ پٹانگ بات ہے۔" جاوید اشرف نے جھلا کر کہا۔

"اپنی بیٹی کے چہرے کی طرف دیکھیے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہماری باتیں کس حد تک اوٹ پٹانگ ہیں۔" محمود بولا اور جاوید اشرف صاحب نے بیٹی کے چہرے کی طرف دیکھا، چہرہ تو سفید ہو رہا تھا۔ وہ حیران رہ گئے۔

"ہما! تمہیں کیا ہو گیا ہے، یہ سب کیا ہے؟"

"اب یہ کچھ نہیں بتا سکیں گی، ہم سے سنیے، آج سے تین دن پہلے ہما صاحبہ کو رات کے وقت باغ میں ایک پری ملی تھی۔ پری کا ایک پر آپ کے باغ کے درخت سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا تھا، چنانچہ ہما اسے آپ کی کوٹھی کے تہہ خانے میں لے گئی، اس تہہ خانے میں جسے آپ کباڑ خانے کے طور پر استعمال کرتے ہیں، کیونکہ پری عام لوگوں کے سامنے نہیں آ سکتی تھی، لوگ اسے پکڑ لیتے، اس لیے ہما تین دن تک کھانا اسے تہہ خانے میں پہنچاتی رہی۔ آج اس پری نے آپ کی کوٹھی دیکھنے کا پروگرام بنایا تھا، ہما صاحبہ نے رات کے گیارہ بجے اس کے لیے تہہ خانے کا دروازہ کھول دیا۔ اس سے پہلے یہ سرنگ کے راستے تہہ خانے میں جاتی رہی ہیں۔"

"سرنگ!" جاوید اشرف بخاری کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا۔

"جی ہاں! سرنگ! کیا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے باغ سے ایک سرنگ آپ کے تہہ خانے تک جاتی ہے۔"

"ہاں! مجھے معلوم ہے۔ وہ سوراخ میں نے تہہ خانے کی گندی ہوا خارج ہوتے رہنے کے لیے بنوایا تھا۔" جاوید اشرف بولے۔

"بس پری صاحبہ اس سوراخ کو ہی کام میں لائیں..... گیارہ بجے وہ تہہ خانے کے دروازے سے اندر آئیں، ہما کے کمرے میں گئیں۔ انہوں نے ایک ہار ان کی نظروں کے سامنے جھلا دیا اور یہ بے ہوش ہو گئیں۔"

"کیا کہا..... بے ہوش ہو گئی۔" جاوید اشرف بولے۔ دوسروں کا بھی حیرت کے مارے برا حال تھا۔

"جی ہاں! اس کے بعد پری صاحبہ باہر نکل کر آپ کے کمرے میں داخل ہوئیں، انہوں نے وہی ہار آپ کی اور آنٹی کی ناک کے پاس جھلایا، آپ دونوں بھی بے ہوش ہو گئے، اب اس کا کام آسان تھا۔ اس نے آپ کی تجوری کھولی اور اس میں سے یہ تینوں فائلیں نکال لیں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو، تجوری کھول لی، بھلا تجوری کس طرح کھول لی۔" جاوید اشرف بولے۔

"اس کے پاس چابیاں موجود تھیں۔ ان چابیوں میں سے ایک چابی لگ گئی۔"

"لیکن کیسے لگ گئی۔"

"آج کل تجوری کھولنے والوں کے لیے یہ کام مشکل نہیں رہا، ہاں تو اس نے تجوری میں سے یہ تینوں فائلیں نکال لیں، لیکن اس سے پہلے کہ فرار ہو سکتی، ہم اس کے راستے میں آ گئے اور فائلیں اس سے چھین لیں، لیکن افسوس ہم اس پر قابو نہ پا سکے اور

وہ بچ کر نکل گئی۔"

"بات کچھ پلے نہیں پڑی۔" جاوید اشرف بخاری نے انہیں گھورا۔

"آپ تو شروع سے ہم پر شک کرتے رہے ہیں، بات آپ کے پلے کس طرح پڑ سکتی ہے، بہر حال یہ بھی بتا دیں کہ فرزانہ نے اسکول سے نکلتے وقت جب ہما سے علیک سلیک کی تو انہیں کھویا کھویا پایا۔ بس اس نے یہ جاننے کا فیصلہ کر لیا کہ آخر ہما کو کیا پریشانی ہے، لہٰذا یہ یہاں آنے پر تیار ہو گئی، فاروق اسے یہاں چھوڑنے آیا تو اس نے ایک شخص کو نگرانی کرتے دیکھا.. اب فاروق کو بھی یقین ہو گیا کہ کوئی بات ضرور ہے، میں گھر پہنچا، ہم نے فرزانہ کو فون پر یہ اطلاع دی کہ کوٹھی کی نگرانی بھی کی جا رہی ہے، چنانچہ فرزانہ نے اچانک بیمار پڑنے کا پروگرام بنایا.... اور اس پروگرام کی بدولت یہ تینوں فائلیں چوری ہونے سے بچ گئیں۔" محمود یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"اُف خدا! تو پری کے بھیس میں وہ کوئی غیر ملکی جاسوسہ تھی۔" جاوید اشرف کے منہ سے بوکھلاہٹ زدہ انداز میں نکلا۔

"اب آپ بالکل ٹھیک سمجھے!" فاروق نے کہا۔

"یا اللہ رحم..... ذرا یہ فائلیں دکھانا۔"

"جی ہاں ضرور..... کیوں نہیں۔" فرزانہ نے فائلیں ان کی طرف بڑھا دیں۔

ان پر نظر پڑتے ہی ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں..... پھر وہ بڑبڑائے۔

"اُف اللہ..... یہ فائلیں تو ایک دوست ملک سے فوجی معاہدے سے متعلق ہیں..... ہمارا ان سے خفیہ طور پر ایک معاہدہ ہونے والا ہے۔"

اسی وقت انہوں نے قدموں کی آہٹ سنی۔ سب نے چونک کر ایک ساتھ مڑ کر دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے محمود، فاروق اور فرزانہ ایک ساتھ چلا اٹھے

"وہ مارا... ابا جان نے اس پری کو پکڑ لیا، لیجئے..... اب آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے۔"

انہوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پری اور انسپکٹر جمشید کو دیکھا۔ اب نوید اشرف بخاری کی بھی آنکھیں کھلیں۔

"تو یہ تمہارے ہاتھ سے بچ کر نکل گئی تھی۔"

"جی ہاں! اور ہمیں اس کا بہت افسوس ہے۔" محمود بولا۔

"میں نے تم سے کیا کہا تھا، دروازہ اندر سے بند کر لینا..."

"لیکن ابا جان! یہ تو سرنگ والے دروازے سے فرار ہوئی ہو گی، باقی دروازے تو بند تھے۔"

"یہی تمہیں چاہئے تھا جب یہ اندر آ گئی تھی، سرنگ والا دروازہ بھی بند کر دیتے، وہ ہدایت دینے سے میرا یہی مطلب تھا۔"

"اوہ! ہم سے غلطی ہوئی۔"

"خیر کوئی بات نہیں، مجرمہ بھی پکڑی گئی اور فائلیں بھی بچ گئیں، خدا کا شکر ہے۔"

"اور ادھر آپ کے ناصر اقبال کا کیا رہا۔"

"وہ بالکل خیریت سے ہے اور....."

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت کمرے میں ایک نقاب پوش داخل ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پستول تھا اور پستول کی نالی کا رخ ان سب کی طرف تھا۔ پھر اس نے سرسراتی آواز میں کہا:

"یہ غلطی تو تم سے بھی ہو چکی ہے انسپکٹر!"

"اوہو..... تو فونڈا کے علاوہ بھی پری صاحبہ کا کوئی ساتھی ابھی باقی تھا۔" انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

"فونڈا... یہ کس ذات شریف کا نام ہے۔" فاروق کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"اسی کا... جسے تم نے نگرانی کرتے دیکھا تھا، میں اسے بیہوش کر کے باغ میں ڈال آیا ہوں، لیکن یہ بات معلوم نہیں تھی کہ کوئی اور بھی باقی ہے۔" انہوں نے جواب دیا۔

"عجیب نام ہے، فونڈا جیسے ہونڈا۔" فاروق بولا۔

"مرجانہ کو چھوڑ دو انسپکٹر اور جاوید اشرف سے کہو، فائلیں مرجانہ کے حوالے کر دے۔" نقاب پوش نے سرد آواز میں کہا۔

"لیکن پہلے یہ تو بتا دو، تم ہو کون۔"

"تمہاری موت۔"

"ارے باپ رے..... یہ قدم قدم پر موت کیوں آ ٹپکتی ہے، اسے کوئی اور کام نہیں۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"خاموش رہو۔" انسپکٹر جمشید جھلا کر بولے، پھر نقاب پوش کی طرف مڑے۔ "تو یہ مرجانہ ہے..... ہمارے دشمن ملک کی مشہور جاسوسہ..... اور اسے یہ فائلیں اڑانے کے لیے یہاں بھیجا گیا تھا، اس نے ہمارے کو بے وقوف بنانے کے لیے پری کا روپ دھارا، شاید اس گھر اور میں رہنے والوں کے بارے میں ساری معلومات پہلے ہی حاصل کر لی گئی تھیں، کیوں..... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"تمہارے غلط یا سچ کہنے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا، ہم یہ فائلیں حاصل کرنے آئے ہیں اور فائلیں یہاں سے لے جا رہے ہیں۔ تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ وقت ضائع کیے بغیر مرجانہ کو چھوڑ دو اور فائلیں اس کے حوالے کر دو، ورنہ میں فائرنگ شروع کر دوں گا۔"

"بہت اچھا یوں ہی سہی..... لیکن میں پھر کہوں گا، اپنا نام تو بتا دو..... اور اگر

نہیں بتانا چاہتے تو میرے منہ سے سن لو۔"

"تم کیا جانو، میں کون ہوں۔"

"بھئی اب میں اتنا بھی بے وقوف نہیں...... میں جانتا ہوں، تم ناصر اقبال ہو، دھمکی آمیز خط تم اپنے ہاتھ سے لکھ کر لائے تھے، میں نے تمہارے گھر میں تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر کو اس سے ملا کر دیکھ لیا تھا...... تمہیں یہ بھی معلوم تھا کہ بابر جمال آئی جی صاحب کے دوست ہیں، لہٰذا تم نے خود کو شک سے بچانے کے لیے پہلے بابر جمال کو فون کیا اور انہیں دھمکی آمیز خط کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے تمہیں آئی جی صاحب کے پاس بھیج دیا، تم جانتے تھے کہ وہ تمہارے ساتھ مجھے ہی بھیجیں گے، چنانچہ یہی ہوا، یہاں تم پہلے ہی اپنے گھر کی بجلی خود خراب کر کے ایک بجلی مرمت والے کو بلا چکے تھے تاکہ یہ خیال کر لیا جائے کہ بجلی مرمت والے کے بھیس میں کوئی شخص آ کر دیوار پر وہ زہریلی پٹی چپکا گیا ہے، لیکن میں ہر بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کیا کرتا ہوں، میں نے اکرام کے ذریعے بجلی مرمت والے کو چیک کرایا، اس نے یہ بات تسلیم کی کہ وہی مرمت کر کے آیا ہے، لہٰذا یہ بات ثابت نہ ہو سکی کہ بجلی مرمت والا گڑبڑ کر گیا ہے...... میں اگرچہ زہر کا شکار ہونے کے باوجود بچ گیا تھا، پھر بھی تمہارا مقصد حل ہو جاتا، اگر میں یہ نہ بھانپ لیتا کہ یہ چکر خود تم چلا رہے ہو۔"

"لیکن ابا جان! آخر اس نے یہ چکر کیوں چلایا۔"

"اس کی یہاں موجودگی سے یہ بات ثابت ہے کہ ان فائلوں کو چرانے کا باقاعدہ منصوبہ بنایا گیا تھا، ناصر اقبال پہلے سے ہمارے ملک میں موجود تھا، مرجانہ کو یہاں بھیجا گیا، سب سے پہلے یہ بات طے کی گئی کہ اگر ہمارے کانوں میں اس معاملے کی بھنک پڑ گئی تو کیا ہوگا، کیونکہ...... یہ بھی معلوم کر چکے تھے کہ ہم فرزانہ کی کلاس فیلو ہے، لہٰذا انہیں خطرہ تھا کہ کہیں ہم معاملے میں شامل نہ ہو جائیں، لہٰذا

انہوں نے پروگرام یہ بنایا کہ اگر تم شامل ہو گئے تو پھر مجھے دوسری طرف الجھا دیا جائے گا، مجھ پر قاتلانہ حملے کی خبر تم تینوں کو بے چین کر دے گی، لہٰذا تم اس کا معاملہ درمیان میں چھوڑ کر میرے پاس دوڑے آؤ گے، لیکن یہ نہیں ہوا، ہوا یہ کہ میں نے تمہیں سختی سے اپنے پاس آنے سے روک دیا، کیونکہ میں ان کی چال سمجھ رہا تھا، تاہم میری اجازت کے بغیر محمود مجھ تک پہنچ گیا اور اس نے بھی میری جان بچائی...... کیونکہ ناصر اقبال نے ایک بار پھر مجھے زہر دینے کی کوشش کی تھی۔ بس یہ تھی کل کہانی، لوٹا ان کا ساتھی ہے...... وہ معاون کے طور پر کام کرتا ہے...... اگر میرے اندازے غلط ہیں تو نقاب الٹنے پر یہ شخص ناصر اقبال نہیں کوئی اور ہوگا۔"

"نقاب تم الٹ نہیں سکو گے، کیونکہ پستول میرے ہاتھ میں ہے۔" نقاب پوش ہنسا۔

"تمہاری خوش فہمی ہے، اول تو میں ایسے پستولوں کو خاطر میں نہیں لایا کرتا، دوسرے میں کچے کام کبھی نہیں کرتا، میں تمہارا بندوبست پہلے ہی کر آیا تھا، جب میں یہ جانتا تھا کہ اس معاملے میں تمہارا ہاتھ بھی ہے تو تمہاری طرف سے بے خبر کس طرح رہ سکتا، لہٰذا اس وقت یہ پوری کوٹھی پولیس کے گھیرے میں ہے۔"

"نہیں ایسا غلط ہے۔" ناصر اقبال نے بوکھلا کر کہا۔ "اگر تمہیں یہ معلوم تھا کہ میں اس معاملے میں شامل ہوں تو تم نے تہہ خانے کا دروازہ بند کیوں نہ کر دیا۔"

"اس لیے کہ تمہیں گرفتار کرنا بھی بہت ضروری تھا، مرجانہ کی نسبت ہمارے لیے تم زیادہ خطرناک ہو، ہمارے ملک میں رہ کر تم ہمارے خلاف کام کریں، وہ ہمارے بدترین دشمن ہیں، یہ ویسے میں پھر [illegible] ہیں۔"

"تو اس وقت یہ بھی گھیرے میں لی جا چکی ہے۔"

"ہاں اور بچ کر نکلنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں، پکڑے جانے کی صورت میں مجھے اور میرے دونوں

ساتھیوں کو بہت خوفناک سزا ملے گی، لہٰذا ہم فرار کی کوشش ضرور کریں گے۔" یہ کہتے ہی نقاب پوش نے قریب کھڑی ہما کو بائیں بازو سے پکڑ کر ایک دم اپنی طرف کھینچ لیا اور پھر فوراً ہی پستول اس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔

سب لوگ دم بخود رہ گئے۔ کسی کو اس فوری اقدام کی امید نہیں تھی، ہما تو کانپنے لگی، جاوید اشرف کا رنگ اڑ گیا۔

"اب یا تو ہمیں گرفتار کرا کے یہ فائلیں حاصل کر لیں، یا اس لڑکی کی جان بچا لیں۔" نقاب پوش بلند آواز میں بولا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی بات بزدلوں والی۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا پھر پورے کمرے پر ایک نظر ڈالی، بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی، آخر انہوں نے جاوید اشرف سے کہا:

"بخاری صاحب! فائلیں پھینک دو۔"

انہوں نے ان کے حکم کی تعمیل فوراً کی۔ مرجانہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور فائلیں اپنے قبضے میں کر لیں۔ یہ دیکھ کر نقاب پوش ہنسا۔

"لیجیے انسپکٹر صاحب! ہم سرنگ کے راستے جا رہے ہیں، اگر کسی نے ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی تو ہم اس لڑکی کو ضرور گولی مار دیں گے..... کوئی ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش بھی نہ کرے، آپ باہر نکل کر کوٹھی کو گھیرے میں لینے والوں کو ایک جگہ جمع کر لیں۔"

"اچھا لیکن ہما کا کیا بنے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تعاقب نہ کیے جانے کی صورت میں ہم صرف دو میل دور جا کر ہما کو سڑک پر چھوڑ دیں گے۔"

"بہت خوب! مجھے یہ منظور ہے، لیکن یاد رکھو، اگر ہما کے جسم پر خراش بھی آئی تو

میں تمہیں دنیا کے دوسرے کنارے تک بھی نہیں چھوڑوں گا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اس بچی سے ہمیں کوئی دشمنی نہیں، اس نے تو ہماری بہت مدد کی ہے، بھلا ہم اسے نقصان کیوں پہنچائیں گے۔"

"لیکن ابا جان! یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ فائلیں لے جائیں۔" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"تو پھر کیا کیا جائے، پستول کی نال اس وقت اگر تمہاری کنپٹی پر ہوتی تو میں بالکل پروا نہ کرتا اور انہیں ہرگز فائلیں نہ لے جانے دیتا، اب چونکہ فائلیں جاوید اشرف صاحب کے پاس تھیں، یہی ان کے لیے جواب دہ ہوں گے، اس لیے میں ان کی مرضی کے مطابق کام کروں گا، کہیے بخاری صاحب! کیا چاہتے ہیں؟ فائلیں یا ہما۔"

"فائلیں۔" جاوید اشرف بخاری نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"سوچ لیں، اس طرح ہما کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"پروا نہیں..... میں اپنے فرض پر اپنی بیٹی قربان کر سکتا ہوں، لیکن وطن کو کوئی نقصان پہنچے، یہ برداشت نہیں کر سکتا۔"

"بہت خوب! مجھے آپ سے یہی امید تھی اور میں یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ فائلیں اڑوانے میں کہیں خود آپ کا ہاتھ تو نہیں، ورنہ اس شخص کی کیا مجال ہے جو یہاں سے ایک انچ بھی سرک سکے۔" انہوں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ تم مجھے کس طرح روک سکتے ہو؟" نقاب پوش نے تلملا کر کہا۔

"فرزانہ..... اس کی بات کا جواب دو، ہم اسے کس طرح روک سکتے ہیں۔"

نقاب پوش نے فوراً فرزانہ کی طرف دیکھا اور اس کے ساتھ ہی بجلی کی سی تیزی سے انسپکٹر جمشید نے دو قدم اس کی طرف بڑھا کر ایک مکا تاک کر اس کی ٹھوڑی پر مارا۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور دوسری طرف الٹ گیا۔ پستول اس

کے ساتھ سے نکل گیا۔ مرجانہ نے پستول پر چھلانگ لگائی، لیکن محمود اس کے راستے میں آ گیا اور فاروق نے بڑھ کر پستول اٹھا لیا۔

"بس اب ان کا کھیل ختم۔ محمود تم جا کر اکرام کو بلا لاؤ، میں نے اسے ہدایت دی تھی کہ جب تک میں نہ بلاؤں، اندر نہ آئے..... کیوں کہ اس طرح ان لوگوں کے فرار ہو جانے کا خطرہ تھا۔

"لیکن ابا جان! پہلے اس کا نقاب تو اتار دیا لیے۔"

"میں چاہتا ہوں، پہلے اُسے گرفتار کیا جائے اور پھر نقاب الٹا جائے۔" انہوں نے کہا اور محمود جا کر اکرام اور اس کے ساتھیوں کو بلا لایا۔

"لو بھئی اتمہارے مجرم تیار ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ..... یہ کون ہے؟" اکرام نے نقاب پوش کی طرف اشارہ کیا۔

"نقاب اتار دو معلوم ہو جائیگا....."

نقاب الٹنے کے بعد ان کی بات درست ثابت ہوئی۔

"خس کم جہاں پاک..... حسب معمول یہ کیس بھی ختم ہوا، لیکن آج کے بعد میں کبھی پریوں، جنوں اور بھوتوں کی کوئی کہانی نہیں پڑھوں گا، کیا خبر کسی دن کوئی بھوت مجھے بے وقوف بنانے کے لیے آ جائے اور میں اس کے چکر میں آ جاؤں..... یوں چکروں میں آنا ہمارا روز کا کام ہو گیا ہے... اور مزے کی بات یہ کہ ان چکروں کے دوران لوگ بھی ہم پر ہی شک کرنے لگتے ہیں....." فاروق کہتا چلا گیا۔

"لیکن تم پہلے ہی کب جنوں، بھوتوں اور پریوں کی کہانیاں پڑھتے ہو۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"اوہو اچھا، مجھے یاد ہی نہیں رہا..." فاروق نے جلدی سے کہا۔

"اپنی یادداشت کو سنبھال کر رکھو، کہیں بالکل ختم نہ ہو جائے۔" محمود بول پڑا۔

"مشورے کا شکریہ، یہ ختم ہو گئی تو تم سے لے لوں گا، آخر تم کس دن کام آؤ گے۔"

"دھت تیرے کی۔" محمود نے اپنی ران پر ہاتھ مارنے کی بجائے فاروق کی ران پر زور سے ہاتھ مارا۔ فاروق تلملا اٹھا اور تنک کر بولا۔

"لو... یادداشت ان کی اپنی ختم ہو گئی ہے اور طعنے دے رہے ہیں مجھے۔"

"بھلا محمود کی یادداشت کس طرح ختم ہو گئی۔"

"بھئی میری ران کو اپنی ران سمجھنے لگا ہے، یہ یادداشت کی کمزوری نہیں تو پھر اور کیا ہے.... اب اگر اسی طرح اس نے میرے منہ کو اپنا منہ سمجھنا شروع کر دیا تو اس کے حصے کا کھانا بھی مجھے کھانا پڑے گا..... خدا اس دن سے بچائے۔"

"آمین!" محمود اور فرزانہ نے ایک ساتھ کہا اور باقی لوگ مسکرانے لگے۔

☆☆☆